ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

25

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
32واں سال

تنظیم اسلامی کا ترجمان

15 تا 21 ذوالحجہ 1444ھ / 4 تا 10 جولائی 2023ء

فساد کیا ہے؟

اصطلاحِ قرآنی میں فساد کا مطلب زندگی کا کوئی شعبہ ہو یا گوشہ ہو اس میں برہمی و خرابی پیدا کرنا، اس کا توازن بگاڑنا، اس کے حُسن اور افادی اقدار کو درہم برہم کرنا ہے۔

''دینی'' زندگی میں فساد کا مطلب شرک و بت پرستی، غلو فی الدّین اور جاہلانہ رسوم و قیود اور فرقہ سازی و حدود اللہ سے تجاوز ہے۔

سیاسی زندگی میں ''اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ'' (حاکمیت اعلیٰ اللہ کا حق ہے) کے فرمانِ الٰہی کی خلاف ورزی کرنا، فرعونی و ہامانی کرنا، رعایا کے انسانی حقوق کو سلب کرنا، مثلاً کفالتِ اجتماعیہ کا بندوبست نہ کرنا، رعایا کو آزادی ضمیر نہ دینا اور اس کو حکومت میں شریک نہ کرنا فساد ہے۔

کاروبار میں فساد ہر طرح کی بددیانتی کرنا ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اُن سب لوگوں کو مفسد کہتا ہے، جو کم تولتے، کم ماپتے، ذخیرہ اندوزی اور چیزوں میں ملاوٹ کرتے، چور بازاری، سمگلنگ، سودی کاروبار کرتے، محنت کشوں کا استحصال کرتے اور مال و دولت کو جمع کر کے اسے محجوب اور ناکارہ بناتے ہیں۔

عمرانی فساد کا مطلب شہری قوانین کی خلاف ورزی کرنا، چوری، ڈکیتی، رہزنی، قتل و غارت کی وارداتیں کرنا، اور غیبت گوئی، بہتان طرازی، نفاق، تکذیبِ حق، شقاوتِ قلبی کا مظاہرہ کرنا وغیرہ وغیرہ ہے۔

ثقافتی فساد کے معانی ہیں: فواحش و منکرات کے مظاہرے، مثلاً اصناف جمیلہ و جلیلہ کا آزادانہ میل جول، عُریانی و نیم عُریانی، رقص و مے نوشی، جنسی و اخلاق سوز واقعی یا تصویری نظارے، مخرب الاخلاق ادب و فن اور تمثیلیں، مُسکرات نوشی و فروشی، قمار بازی، جمال فروشی، ضمیر فروشی، بدن فروشی، قلم و نطق فروشی، شبینہ کلبوں کے حیا سوز مناظر وغیرہ وغیرہ۔

عسکری فساد کا مطلب ہے، فوج میں نظم و ضبط کا فقدان یا کمی، فوجی بغاوتیں اور فوج کا حکومت پر قبضہ کر لینا یا سیاست میں حصہ لینا وغیرہ۔

فلسفۂ آخرت
ڈاکٹر نصیر احمد ناصرؒ

اس شمارے میں

وہ جو جستجوئے رزق میں......

امیر سے ملاقات (16)

مملکت خداداد پاکستان
مصائب اور عذابوں کے سائے میں!!

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی اہلیہ
کے ساتھ ایک نشست

حقیقت صلوٰۃ

تنظیم اسلامی کی دعوتی سرگرمیاں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دوسرا معجزہ

الھدیٰ

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

1041

سورۃ النمل | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | آیات: 12 تا 14

وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۣ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۱۲ فَلَمَّا جَاۗءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۳ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۱۴

آیت ۱۲ ﴿وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ﴾ ’’اور ذرا اپنا ہاتھ داخل کرو اپنے گریبان میں‘ وہ نکلے گا سفید چمکتا ہوا بغیر کسی مرض کے‘‘

یعنی یہ سفیدی برص یا کسی اور بیماری کے باعث نہیں ہوگی۔

﴿فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ﴾ ’’یہ (دونشانیاں) فرعون اور اُس کی قوم کے لیے نو نشانیوں میں سے ہیں۔‘‘

یعنی فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجتے ہوئے ابھی آپؑ کو صرف یہ دو نشانیاں دی جا رہی ہیں‘ جبکہ کل نو (۹) نشانیاں دی جانی مقصود ہیں۔ باقی نشانیاں بعد میں موقع محل اور ضرورت کے مطابق دی جائیں گی۔

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۱۲﴾ ’’یقیناً وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔‘‘

آیت ۱۳ ﴿فَلَمَّا جَاۗءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً﴾ ’’تو جب اُن کے پاس آنکھیں کھول دینے والی ہماری نشانیاں آئیں‘‘

یعنی وہ کھلی کھلی نشانیاں جو ان کی آنکھیں کھولنے اور حقیقت کا مشاہدہ کرانے کے لیے کافی تھیں۔

﴿قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۳﴾ ’’انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔‘‘

آیت ۱۴ ﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾ ’’اور انہوں نے ان کا انکار کیا ظلم اور سرکشی کے ساتھ جبکہ ان کے دلوں نے ان کا یقین کیا۔‘‘

مفسدین نے بظاہر ان تمام نشانیوں کو جادو قرار دے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر ماننے سے انکار کر دیا تھا لیکن ان کا یہ انکار سراسر ناانصافی اور سرکشی پر مبنی تھا‘ کیونکہ ان کے دل یہ حقیقت تسلیم کر چکے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام واقعی اللہ کے رسول ہیں اور یہ تمام خرقِ عادت واقعات حقیقت میں معجزات ہیں۔

﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۱۴﴾ ’’تو دیکھ لو! کیسا ہوا انجام مفسدوں کا۔‘‘

ممکن ہے ان کے عوام کو یہ شعور نہ ہو لیکن کم از کم فرعون اور قوم کے بڑے بڑے سرداروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سچائی کا یقین ہو گیا تھا۔

درس حدیث

دین سے زور آزمائی کا انجام

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَلَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَہٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغَدْوَۃِ وَالرَّوْحَۃِ وَشَیْءٍ مِّنَ الدُّلْجَۃِ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’دین آسان ہے‘ دین سے جس نے زور آزمائی کی تو دین نے اسے ہرا دیا (وہ شخص سرکشی کے باعث خائب و خاسر ہوا)۔ پس تم راہِ راست پر رہو اور میانہ روی اختیار کرو‘ خوشخبری لو اور صبح و شام نیز رات کے آخری حصہ میں بندگی رب تعالیٰ سے اس کا قرب تلاش کرو‘‘۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
15 تا 21 ذوالحجہ 1444ھ جلد 32
4 تا 10 جولائی 2023ء شمارہ 25
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادا ریہ
ایوب بیگ مرزا

وہ جو جستجوئے رزق میں......

وسائل اُس وقت بھی انسان کو کسی نہ کسی صورت میں تقویت دیتے تھے جب اجتماعت کا کوئی تصور بھی نہ تھا، لیکن پھر جوں جوں انسان اجتماعیت کے مراحل طے کرتا رہا وسائل نہیں اب اقتصادیات کہنا چاہیے، اُس کا رول نجی اور اجتماعی سطح پر بڑی تیزی سے بڑھتا چلا گیا اور آج منظم اجتماعیت جس بلند سطح پر پہنچ چکی ہے اور ظاہری طور پر تو اس کا اگلا مرحلہ یا بلندی نظر ہی نہیں آتی۔ بالفاظ دیگر ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ اجتماعیت اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے واللہ اعلم! اس صورتِ حال یا اس پس منظر میں اب جبکہ انفرادیت اپنا وقت پورا کر کے بڑی بڑی ریاستوں میں ڈھل چکی ہے اقتصادی قوت کو اس دنیا میں (جسے گلوبل ویلیج کہا جاتا ہے) وہی حیثیت حاصل ہے جو انسان کی فزیک میں ریڑھ کی ہڈی کو حاصل ہوتی ہے یا کسی بھی کام کو سر انجام دینے میں جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کا رول ہوتا ہے گویا جس طرح ان صلاحیتوں سے محروم انسان ایک معذور انسان کہلاتا ہے اسی طرح اقتصادی طور پر بہت زیادہ کمزور ریاست معذور ہوتی ہے اور جس طرح معذور انسان زندگی نہیں گزار رہا ہوتا بلکہ زندگی اُس کو گزار رہی ہوتی ہے۔ اسی طرح معاشی لحاظ سے کمزور ریاست چل نہیں رہی ہوتی بلکہ دوسری طاقتیں اپنے مفاد کے مطابق اُس کا چل چلاؤ کر رہی ہوتی ہیں۔ جہاں اور جب چاہا سہارا دے دیا اور جب چاہا بے سہارا کر دیا۔ اس لیے کہ معاشی اور اقتصادی طور پر مضبوط ہوئے بغیر عسکری اور دفاعی لحاظ سے مضبوط ہونے کا تصور ہی احمقانہ ہے۔

کون اتنا کُند ذہن ہوگا کہ یہ نہ سمجھے کہ بات پاکستان کی ہو رہی ہے۔ لیکن پاکستان کی معاشی معذوری اور اُس کے نتائج پر بات کرنے سے پہلے ہم نے جو عرض کیا ہے کہ معاشی اور اقتصادی طور پر مضبوط ہوئے بغیر عسکری اور دفاعی مضبوطی کا تصور ہی احمقانہ ہوگا۔ اُس کی تاریخ سے مثال دینا واجب ہے۔ ایک وقت تھا جب سوویت یونین کی عسکری قوت سے امریکہ اور مغربی یورپ لرزہ براندام تھے۔ نیٹو کو تو وجود میں ہی اس لیے لایا گیا تھا کہ مل جُل کر سوویت یونین کی قوت کا مقابلہ کیا جا سکے لیکن کمیونسٹوں کی غلط معاشی پالیسیوں اور غلط سیاسی فیصلوں نے اس سپر پاور کی اقتصادی کمر توڑ دی۔ اس اقتصادی زلزلے نے سوویت یونین کو پاش پاش کر دیا اور وہ شکست و ریخت کا شکار ہو گیا اور سکڑ کر روس تک محدود ہو گیا۔ حالانکہ سوویت یونین کے پاس اس قدر ایٹمی قوت تھی کہ وہ پوری دنیا کو سینکڑوں مرتبہ ملیامیٹ کر سکتا تھا لیکن اقتصادی کمزوری نے اُسے مفلوج کر دیا۔ یعنی عسکری قوت اُسے معاشی قوت نہ بنا سکی، ریاست کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ کھڑی نہ رہ سکی اور دھڑام سے زمین پر آ گری۔

اب تاریخ ہی سے اس کے برعکس ایک مثال لے لیں۔ چین ماؤزے تنگ کے انقلاب سے پہلے افیونیوں کا ملک کہلاتا تھا۔ رقبہ اُس وقت بھی بڑا تھا اور بڑا گنجان آباد تھا۔ لیکن دنیا میں اُس کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ انقلاب کے بعد بعض اصلاحات ہوئیں۔ لیکن چین جلد ٹیک آف نہ کر سکا۔ اس لیے کہ ماؤزے تنگ کوئی انقلابی معاشی پالیسی نہ دے سکے۔ لیکن جب ڈینگ ژیاؤپنگ نے ملک کی باگ ڈور سنبھالی تو حکومت نے ایسی انقلابی معاشی پالیسیاں دیں کہ چینیوں کی تو ہیئت ہی بدل گئی۔ اب وہ ایک محنتی قوم تھی اور کم از کم موجودہ تاریخ تو ایسی کوئی مثال دینے سے قاصر ہے کہ کسی قوم نے اتنے گھمبیر زوال

سے اتنے عروج کی طرف سُبک رفتاری سے منازل طے کرنا شروع کر دی ہوں۔ اس عروج میں چین کی سیاسی پالیسیوں نے بھی بڑا اہم رول ادا کیا مثلاً تائیوان کے وجود کو اور ''ون چائنا'' موقف کو چین نے زندگی اور موت کا مسئلہ تو قرار دیا۔لیکن یہ مسئلہ اپنی خواہشات کے مطابق حل کرنے کے لیے کسی صورت جنگ کو آپشن قرار نہ دیا۔ حالانکہ امریکہ اس حوالے سے اشتعال دلاتا رہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جنگ چین کی معاشی ترقی پر بُری طرح اثر انداز ہوگی چین نے تائیوان کا مسئلہ سفارتی سطح پر زندہ رکھا لیکن اپنی جغرافیائی سرحدوں کے گرد 'آئرن کرٹن' تان لی اور معاشی اور اقتصادی ترقی کی راہ پر گامزن رہا۔اُس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تجارت اور صنعت وحرفت کی ترقی سے چین کے پاؤں زمین پر جم گئے۔ اگرچہ اسلحہ سازی اور دفاعی ساز وسامان کی تیاری بھی ساتھ ساتھ چل رہی تھی لیکن دولت کی فراوانی سے اب جنگی ساز وسامان پر خصوصی توجہ دی گئی۔ نئی اور جدید ٹیکنالوجی کا بھرپور استعمال کیا گیا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ پہلے چین اقتصادی جن بن کر سامنے آیا اور پھر ایک زبردست عسکری قوت بن گیا۔ آج چین اقتصادی اور دفاعی دونوں محاذوں پر مخالف دنیا کے لیے چیلنج بن گیا ہے، خاص طور پر امریکہ جو سوویت یونین کی ٹوٹ پھوٹ پر سپریم پاور آف دی ورلڈ یعنی دنیا کی واحد اور غالب سپر پاور بن کر عالمی حکمران کی حیثیت اختیار کر گیا تھا اُسے اپنی سپر پاور کی حیثیت بچانی مشکل ہو رہی ہے۔

اب تک ہماری تمام تر گزارشات کی حیثیت اصل بات کے ابتدائیہ کی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری ساری توجہ کا مرکز اور ہمارا اصل موضوع تو پاکستان ہے۔ یوں تو پاکستان کبھی بھی معاشی اور اقتصادی لحاظ سے ایک مضبوط اور مستحکم ملک نہ کہلا سکا۔ اگرچہ گزشتہ پون صدی میں کچھ ایسے مختصر دورانیے آئے کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہماری اقتصادی صورتِ حال تسلی بخش تھی لیکن آج جو ہماری معاشی حالت ہے ایسی کمزور، لاغر اور ناتواں حالت نہ تو قیام پاکستان کے وقت یعنی 1947ء میں تھی اور نہ 1971ء میں پاکستان کے دولخت ہونے پر تھی۔ ہر طرف سے ڈیفالٹ ڈیفالٹ کی پکار پڑی ہے اگرچہ ہمارے وزیر اعظم صاحب اور وزیر خزانہ صاحب گلا پھاڑ پھاڑ کر کہہ رہے ہیں کہ ہم ڈیفالٹ نہیں ہونے جا رہے۔ چلیے ہم اُن کی بات مان لیتے کہ ہم قانونی طور پر ڈیفالٹ ابھی تک نہیں ہوئے۔لیکن خدارا بتائیے کہ جس ریاست کا یہ حال ہو کہ درآمدی مال بندرگاہوں پر پڑا ہو اور اُسے چھڑانے کے لیے اُس کے پاس زرمبادلہ نہ ہو جہاں اوسط افراطِ زر 38% تک پہنچ چکی ہو اور فوڈ آئٹمز پر 48% تک افراطِ زر ہو۔ جس ملک میں شرح نمو 0.2 فیصد ہو جس ریاست کے زرمبادلہ کے ذخائر زمین بوس ہو چکے ہیں، 3-4 ارب ڈالر کے درمیان ہوں اور معیشت کی یہ ساری تباہی و بربادی ایک سال میں آئی ہے وگرنہ 2021-22ء کی شرح نمو 6.1% تھی اور اس وقت زرمبادلہ کے ذخائر 17 سے 18 ارب ڈالر تھے۔ معیشت کی تباہی کے حوالے سے اہم ترین بات یہ ہے کہ بدترین معاشی پالیسی کی وجہ سے شرح سود 22% ہو چکی ہے گویا ریاست اعلانیہ طور پر کہہ رہی ہے کہ کوئی صنعت نہ لگاؤ، بنکوں میں پیسہ جمع کراؤ اور ڈٹ کر گھر بیٹھ کر حرام کھاؤ۔ اس طرح نہ کسی محنت کی ضرورت نہ لیبر کے پیدا کردہ مسائل کا سامنا نہ کوئی ٹیکس کا اور مختلف محکموں کے چھاپوں کا مسئلہ۔ ایسی پالیسیوں کا بالآخر انجام کیا ہوگا سوچ سوچ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستانی پہلے بھی روزگار کی تلاش میں ملک سے باہر جاتے تھے قانونی طور پر بھی اور غیر قانونی طریقوں سے بھی، لیکن گزشتہ ایک سال میں جتنے پاکستانی بیرونِ ملک رزق کی جستجو میں گئے ہیں شاید گزشتہ دس سالوں میں نہ گئے ہوں گے۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ مہنگائی، بے روزگاری نے زندگی کو پاکستانیوں پر بوجھ بنا دیا ہے۔ پھر یہ کہ سیاسی عدم استحکام اور اُس کے نتیجہ میں پکڑ دھکڑ سے شہری بدترین گھٹن محسوس کر رہے ہیں۔ لہٰذا جستجوئے رزق میں اور کھلی فضا میں سانس لینے کے لیے ایک ہی کشتی کے ڈوبنے سے تین سو پاکستانیوں کا جان سے جانا چھوٹا سانحہ نہیں ہے۔ یہ لوگ جستجوئے رزق میں غرقِ آب ہو گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ معاشی لحاظ سے ہماری clinical death ہو چکی ہے، اعلان نہ بھی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ صورتِ حال کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارا قانونی طور پر بھی ڈیفالٹ کر جانا بہتر نظر آتا ہے۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ پاکستان واحد اسلامی ایٹمی ملک ہے اور دشمن اس تاک میں ہے کہ کس طرح ایٹمی قوت سے پاکستان کو محروم کر دیا جائے۔ اگرچہ اس سے پہلے دنیا کے کئی ملک ڈیفالٹ کر چکے ہیں، اُن کا ایسا کچھ نہیں بگڑا۔ لیکن اُن میں سے نہ کوئی ایٹمی ملک تھا نہ اسلامی۔ ہم اگر قانوناً ڈیفالٹ کریں گے تو دشمنوں کو ہمارے ہاتھ پاؤں باندھنے کا موقع مل جائے گا۔ پھر ہم جو چاہیں چیخ و پکار کرتے رہیں امریکہ اور مغرب کو ہمارے ایٹمی اثاثہ جات کی طرف بڑھنے کا موقع مل جائے گا۔ وہ اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لیے کوئی راستہ نکال لیں گے۔ عالمی قوانین اُن کی مٹھی میں ہیں جس قانون کا جو چاہیں مطلب نکال لیں۔ کیا ماضی قریب میں یہ نظیر قائم نہیں ہوئی کہ عراق میں WMD کی موجودگی کی جھوٹی دُہائی دو اور حملہ کر دو۔ مغرب اپنے مفادات کو حاصل کرنے کے لیے بڑی آسانی سے کوّے کو سفید ثابت کر سکتا ہے۔ ہمیں ہوش کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں سنبھلنے کی ضرورت ہے ملک میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور کچلنے کی بجائے خدارا بیرونی دشمنوں سے ملک بچانے کی کوشش کریں اور یہ اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہم مانگ کر کھاتے رہیں گے۔ اس ساری صورتِ حال سے بچنے کا ایک ہی راستہ نظر آتا ہے کہ ہم انفرادی طور پر حقیقی مسلمان بن جائیں اور پاکستان کو حقیقی اسلامی ریاست بنا دیں۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

اقامتِ دین کا کام اکیلے اکیلے نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے جماعت اور جماعتی زندگی کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسلام انفرادی معاملات کی ہدایت بھی دیتا ہے۔ عقائد، عبادات، معاملات بھی دیتا ہے اور اجتماعی زندگی کا سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام بھی دیتا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ انتخابی راستے سے پاکستان میں اسلامی نظام ہرگز نہیں آ سکتا،
بلکہ اس کے لیے انقلابی جدوجہد کی ضرورت ہے البتہ وہ پُرامن اور منظم جدوجہد ہوگی۔

ایک پاکستانی اسلام پر عمل پیرا ہو کر بیک وقت اپنی قومی، ملی اور دینی ذمہ داری پوری کر سکتا ہے۔

ہماری دینی جماعتوں کی ترجیحات میں شاید اقامتِ دین کی جدوجہد شامل ہی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ہر مسئلہ پر تحریک چلائی،
دھرنے دیے لیکن اللہ کے دین کے نفاذ کے لیے انہوں نے کوئی تحریک چلائی اور نہ ہی دھرنے دیے۔

ہمیں خود کو بھی جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کرنی ہے اور دوسروں کو بھی خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ اس سے بچانے کی کوشش کرنی ہے۔

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے رفقائے تنظیم و احباب کے سوالوں کے جوابات

میزبان: آصف حمید

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: اگر تنظیم اسلامی میں کسی سرکاری ملازم نے شامل ہونا ہو تو اس کے لیے کیا ضوابط ہوں گے۔ مثال کے طور پر جب کبھی اس باطل نظام کے خلاف جدوجہد کا موقع آیا تو سرکاری ملازمین بالخصوص پولیس اہلکار کیسے تنظیم میں اپنی ذمہ داریاں سرانجام دیں گے؟ (رضاء الحق، لاہور)

امیر تنظیم اسلامی: پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ ہم جس دین کو ماننے والے ہیں وہ کامل دین ہے۔ ختم نبوت کے بعد اس دین پر عمل کرنا، اس کی دعوت دینا اور اس کے نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد میں حصہ لینا ہر مسلمان کا فرض ہے اور اُخروی نجات کے لیے ان فرائض کو انجام دینا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ اقامت دین کا کام ہم اکیلے نہیں کر سکتے۔ اس کے لیے اجتماعیت اختیار کرنا ضروری ہے۔ چاہے سرکاری ملازمین ہوں، نیم سرکاری ہوں یا وہ نوجوان ہوں جو ابھی تعلیم حاصل کر رہے ہیں دینی ذمہ داریاں ہر ایک پر ہیں اور ہم تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے یہ دعوت ہر ایک کو دیتے ہیں الحمد للہ۔ جب کوئی سرکاری ملازم تنظیم اسلامی میں شامل ہونا چاہے تو دیکھا یہ جائے گا کہ اُس کے ادارے کے قواعد و ضوابط ایسے تو نہیں ہیں کہ وہ کسی دینی جماعت میں شامل ہونے سے منع کرتے ہوں۔ اگر ایسے قواعد ہیں تو اس صورت میں دو پہلو ہیں۔ ایک فقہی پہلو ہے کہ وہ ہمارے پروگرامز میں آتے ہیں لیکن اس کا اظہار نہیں کرتے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر ان کو کوئی حلف دینا پڑتا ہے تو اس صورت میں ہم اس حق میں نہیں ہیں کہ وہ کوئی غلط بیانی یا جھوٹ کا سہارا لیں۔ ہاں البتہ اگر ان کے ادارے کی طرف سے ایسا کوئی پابندی والا حلف نامہ نہیں ہے تو پھر انہیں ضرور شامل ہونا چاہیے۔ ہم ان کو خوش آمدید کہیں گے۔ جہاں تک اس نظام باطل کے خلاف تنظیم کی جدوجہد کا حصہ بننے کا تعلق ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ انتخابی راستے سے پاکستان میں اسلامی نظام ہرگز نہیں آ سکتا، بلکہ اس کے لیے انقلابی جدوجہد کی ضرورت ہے البتہ وہ پُرامن اور منظم جدوجہد ہوگی۔ اس سب کے باوجود کوئی موقع آ سکتا ہے کہ ہم نظام کو چیلنج کرنے کی بات کریں، تب اس نوعیت کے افراد کے سامنے راستہ ہوگا۔ ہمارے کچھ ایسے بھی رفقاء ہیں جنہوں نے جب یہ محسوس کیا کہ ادارے کے ساتھ یا تو غلط بیانی کرنا پڑے گی، یا کڑھن رکھنا پڑے گی جس کی وجہ سے ہم کام نہیں کر سکیں گے تو انہوں نے وہ ادارے ہی چھوڑ دیے اور اُن اداروں یا شعبوں میں چلے گئے جہاں کام کرتے ہوئے اُن کے لیے اقامت دین کی جدوجہد میں بھی حصہ لینا ممکن تھا۔ اسی طرح یہ بھی ایک پہلو ہے کہ آپ فارملی شامل نہ ہوں لیکن بطور حبیب آپ تعاون کر سکتے ہیں، پروگرامز کے اندر آ سکتے ہیں، دعا کر سکتے ہیں۔ یہ مختلف امکانات ہیں۔

خوش قسمتی سے ہم پاکستان کے شہری ہیں، یہ ملک اسلام کی بنیاد پر بنا ہے۔ یہاں مختلف زبانیں بولنے والوں کو اسلام نے ہی جوڑ کر ایک پاکستانی قوم بنایا ہے۔ لہٰذا یہاں اگر اسلام مضبوط ہوگا تو ملک بھی مضبوط ہوگا اور قوم بھی مضبوط ہوگی۔ اسلام پر عمل ہوتا ہے تو دنیا بھی سنورے گی اور آخرت بھی سنور جائے گی۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے تھے کہ ہم پاکستانی اسلام پر عمل کر کے بیک وقت ایک تیر سے تین شکار کر سکتے ہیں۔ یعنی ایک پاکستانی اگر اسلام پر عمل کرتا ہے تو گویا وہ قومی کردار بھی ادا کر رہا ہے، ملک کی مضبوطی کے لیے بھی کردار ادا کر رہا ہے اور پھر اپنی آخرت بھی سنوار رہا ہے۔ تنظیم اسلامی کا ہدف بھی وہی ہے جو اسلام کا تقاضا ہے۔ ہمارے آئین میں لکھا ہے کہ اس ریاست کا مذہب اسلام ہے۔ پھر آئین کا آرٹیکل 31 کہتا ہے کہ ریاست کے چلانے والوں کی ذمہ داری ہے کہ یہاں کے رہنے والوں کو اسلامی ماحول فراہم کریں تاکہ وہ قرآن و سنت کی تعلیم کو سیکھ بھی سکیں اور اس پر عمل بھی کر سکیں۔ یعنی یہ ہمارا دینی فریضہ تو ہے ہی ہمارا آئینی حق بھی ہے کہ اس مملکت خداداد میں اللہ کا دین قائم ہو۔ یہ کوئی اس ملک کی سالمیت کے خلاف بات نہیں ہے۔ جن اداروں کی میں نے اشارتاً بات کی وہ بھی پاکستان کی سالمیت کے لیے لگے ہوئے ہیں۔ یعنی تقویٰ، ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ ہی ان کا ماٹو ہے۔ اگر ان اداروں نے پاکستان کی جغرافیائی حدود کی حفاظت کی کوشش کرنی ہے تو اس کی نظریاتی حفاظت کی کوشش بھی کرنی ہے جو دین اسلام کی دعوت اور اس پر عمل کی صورت میں ممکن ہے۔

سوال: تنظیم اسلامی افغانستان کی ترقی کے لیے

کیوں کام نہیں کرتی جیسا کہ وہ اسلامی ریاست ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔(محمد ابراہیم)

امیر تنظیم اسلامی: بہت اچھا سوال ہے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دور میں جب ملا عمر مجاہد موجود تھے (اللہ دونوں کے درجات بلند فرمائے) تو اللہ تعالیٰ نے جو بھی ہمیں توفیق عطا فرمائی ہم نے اخلاقی اور سیاسی طور پر ان کی مدد کرنے کی کوشش کی۔ الحمدللہ! البتہ یہ یاد رہے کہ تنظیم اسلامی کے لٹریچر (کتب وغیرہ) بیک ٹائٹل پر ایک عبارت لکھی ہوتی ہے جس کے آخر میں لکھا ہے کہ ہم اولاً پاکستان اور بالآخر پوری زمین پر اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ عادلانہ نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ چونکہ ہم یہاں پیدا ہوئے، یہاں پلے بڑھے اور یہاں رہتے ہیں، یہاں کی زبان بولتے ہیں تو حق بھی اس مقام کا اولاً ہے کہ ہم یہاں پر یہ جدوجہد کریں۔ پھر یہ ملک اسلام کے نام پر لیا تو اس کا حق بھی بنتا ہے کہ اس میں اسلام کے نفاذ کا معاملہ ہونا چاہیے۔ پھر یہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی سنت بھی ہے۔ جب تک کوئی نافرمان قوم کسی نبی یا رسول علیہ السلام کی جان کے درپے نہ ہوگئی تو پیغمبر علیہ السلام نے اپنے علاقے کو نہیں چھوڑا۔ البتہ جب قوم جان کے درپے ہوجاتی اور اللہ کا واضح حکم آجاتا تو پیغمبر علیہ السلام اپنے علاقے کو چھوڑا کرتے تھے۔ ان دلائل کو سامنے رکھیں تو ہمارا اصل میدان پاکستان ہے اور اللہ کرے کہ یہاں پر نظام خلافت قائم ہو اور پھر اُدھر بھی ہو اور اسی طرح کشمیر، فلسطین اور پوری دنیا میں قائم ہو۔ ہماری حکومت نے ابھی آفیشلی طور پر افغان طالبان کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے ہم اپنی حکومت کو غیرت اور توجہ دلانے کی مستقل کوشش کرتے رہتے ہیں اور کرتے رہیں گے کہ امارت اسلامیہ افغانستان کو تسلیم کیا جائے۔ اسی طرح ہم موجودہ افغان حکومت کے لیے دعا بھی کرتے ہیں، شریعت کے حوالے سے ان کے اقدامات کی تحسین بھی کرتے ہیں، اخلاقی تائید بھی کرتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں وسائل عطا کیے ہیں ان کو بروئے کار لا کر اپنی بساط کے مطابق ان کی مدد بھی کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے ان شاء اللہ۔

سوال: تنظیم اسلامی موٹیویشنل سپیکرز کے ساتھ کیوں تعاون نہیں کر رہی جو اقامت دین کے لیے کام کر رہے ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: جو کوئی بھی اقامت دین یا دین کے غلبے کی بات کرتا ہے تو ہمیں اس کو appreciate کرنا چاہیے کیونکہ یہ نبوی مشن ہے۔ البتہ ان سے یہ بھی گزارش کریں گے کہ اقامت دین کا کام اکیلے اکیلے نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے جماعت اور جماعتی زندگی کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام بھی نبی کی حیثیت سے موجود تھے لیکن اقامت دین کا کام تکمیل کو نہیں پہنچا کیونکہ جماعت میسر نہیں آئی۔ آپؑ کی قوم

> **اداروں نے اگر پاکستان کی جغرافیائی حدود کی حفاظت کرنی ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت بھی کریں جو دین اسلام کی دعوت اور اس پر عمل کی صورت میں ہی ممکن ہے۔**

نے یہ کہہ کر ساتھ دینے سے صاف انکار کر دیا تھا:

﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴾ (المائدہ) ''بس تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور جا کر قتال کرو، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔''

لہٰذا اقامت دین کی جدوجہد کے لیے جماعت کا میسر ہونا ضروری ہے کیونکہ اللہ کا دین ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے انفرادی اور اجتماعی دونوں گوشوں پر دین کے نفاذ کا تقاضا کرتا ہے۔ یعنی انفرادی سطح پر اللہ اور اس رسول ﷺ کی اطاعت ہو اور اجتماعی سطح پر بھی۔ ہماری سیاست، عدالت، معاشرت، معیشت سمیت تمام شعبوں میں اللہ کا دین غالب ہو۔ اقامت دین کا مطلب یہ ہے کہ جو بس میں ہے وہاں فوراً عمل ہو اور جو بس میں نہیں ہے اس کے لیے جدوجہد کی جائے تاکہ کل نظام زندگی پر اللہ کی حاکمیت قائم ہو۔ جس کا ذکر سورۃ الصف میں ہے:

﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ (آیت: 9) ''وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الہدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظامِ زندگی پر۔''

یہ رسول اللہ ﷺ کا مشن تھا۔ اس کے مطابق ہم سے بھی اقامت دین کی جدوجہد کرنے کا تقاضا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ (الشوریٰ:13) ''کہ قائم کرو دین کو۔ اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔''

یعنی ہم دین کو سامنے رکھ کر اُس کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنے کے مکلف اور ذمہ دار ہیں البتہ نتیجے کے ہم مکلف اور ذمہ دار نہیں ہیں۔ اس کے لیے جماعت میں آنا لازم ہے۔ جس جماعت کے متعلق آپ کا گمان ہے کہ وہ بہتر ہے اور دین کے غلبے کے لیے کام کر رہی ہے تو اس میں شامل ہو جائیں اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ایسی کوئی جماعت نہیں ہے تو پھر ہماری گزارش ہے آپ اپنی جماعت بنائیے کیونکہ یہ کام اکیلے نہیں ہو سکتا۔

سوال: فرض کریں ہمیں ایسے افراد مل جاتے ہیں جو پوری طرح سے اقامت دین کی بات کر رہے ہیں تو کیا تنظیم اسلامی ان سے رابطہ اور بات چیت کرے گی کہ آئیں ہم مل کر کام کریں تاکہ اس مشن کو زیادہ تقویت پہنچے؟

امیر تنظیم اسلامی: تنظیم اسلامی کی دعوت ہر ایک کے لیے ہے اور ہم ہر ایک کو دعوت دیتے ہیں۔ قبول کرنا نہ کرنا الگ بات ہے، شامل ہونا نہ ہونا الگ بات ہے لیکن اگر ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا مقصد اقامت دین کی جدوجہد ہے تو پھر اگلا قدم ہر ایک کو دعوت دینا ہے۔ جب عمومی دعوت ہوگی تو ایسے لوگوں سے بھی رابطہ ہونا چاہیے جو انفرادی سطح پر اقامت دین کی بات کرتے ہیں۔ یہ تو ہے افراد کا معاملہ۔ اسی طرح بعض دینی جماعتیں بھی ہیں جو اس مقصد کے لیے کوشاں ہیں کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم ہو۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ ان کا طریقہ کار مختلف ہو۔ یعنی بعض انتخابی سیاست میں ہیں اور بعض دعوت میں ہیں۔ ان کے حوالے سے بھی قرآن ہمیں ایک اصول دیتا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ (المائدہ: 2) ''اور تم نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو۔''

جہاں کہیں بھی اجتماعی طور پر اللہ کے دین کے غلبے کے لیے جدوجہد ہو رہی ہو، اُن کے لیے ہمارے دلوں میں وسعت اور خیر خواہی کا جذبہ ہونا چاہیے۔ خیر کے انداز میں ان کا ذکر بھی کریں، ان کے لیے دعا بھی کریں اور جہاں تک ممکن ہو سکے خیر کے کام میں ان کے ساتھ تعاون بھی کریں اور ان سے اس ضمن میں جو تعاون حاصل ہو سکتا ہے وہ بھی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ان سے طریقہ کار کے حوالے سے بات بھی ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ بعض جماعتوں کا خیال ہے کہ صرف دعوت کا کام کریں، بعض صرف تلوار کے زور پر دین نافذ کرنے کی بات کرتی ہیں جبکہ ہمارا مؤقف یہ ہے کہ صرف دعوت سے دین قائم نہیں ہوگا البتہ مسلمانوں کے معاشرے میں مسلمانوں کے مقابلے میں تلوار اُٹھانا بھی مناسب نہیں ہے لہٰذا دعوت کے ساتھ تحریک کا راستہ اپنانا ہوگا۔ بعض اس کے لیے انتخابی راستے کے قائل ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ 75 برس کی تاریخ بتا رہی ہے کہ الیکشن کے ذریعے اسلام نہیں آسکتا لہٰذا واحد راستہ تحریک کا راستہ ہے۔ یہ طریقہ کار کا اختلاف تو رہے گا مگر جذبات اچھے رکھنا اور جو مشترکات ہیں ان میں ایک

دوسرے سے تعاون کرنا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ انسداد سود کے حوالے سے تنظیم اسلامی اور جماعت اسلامی نے مل کر کام کیا، اس کے علاوہ کچھ دیگر جماعتوں کے افراد نے انفرادی طور پر بھی انسداد سود کی مہم میں حصہ لیا۔ اس طرح ٹرانسجینڈر ایکٹ کے خلاف بھی تنظیم اسلامی، جماعت اسلامی اور بعض دیگر جماعتوں کے افراد نے مل کر کام کیا۔ اسی انداز میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا یہ بھی موقف تھا کہ جب تصادم کے مرحلے میں ہم جائیں گے تو کسی نہ کسی منکر کے خلاف تحریک برپا کریں گے جو باقی دینی جماعتوں کے نزدیک بھی منکر ہوگا اور اس بنیاد پر ہم تحریک چلائیں گے۔ ان شاء اللہ۔ اسی طرح تنظیم اسلامی کی یہ بھی پالیسی رہی ہے کہ کسی بھی دینی جماعت یا انفرادی سطح پر کسی فورم پر اسلام کی بات کی جائے گی اور وہاں تنظیم کو دعوت دی جائے گی تو ہم وہاں جا کر دین کی بات ضرور کریں گے۔ ان شاء اللہ

سوال: جیسا کہ آپ نے سود کے خلاف کیس کے سلسلہ میں تنظیم اسلامی اور جماعت اسلامی کا نام لیا، ٹرانسجینڈر ایکٹ کے خلاف ان دو کے علاوہ ایک تیسری جماعت کا بھی آپ نے ذکر کیا۔ پاکستان میں بہت ساری دینی جماعتیں اور تنظیمیں دین کے لیے کام کر رہی ہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ باقی جماعتوں کی priority نہیں ہے کہ وہ سود، فحاشی اور بے حیائی جیسے بڑے منکرات کے خلاف کھل کر سامنے آئیں؟

امیر تنظیم اسلامی: 2022ء میں جب سود کے خلاف فیصلہ آیا تھا تو اس کے بعد میری ملاقات مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب سے ہوئی تھی۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ اوّل تو اس فیصلہ کے بعد ہمارے دینی طبقات کی طرف سے جو آواز بلند ہونی چاہیے تھی وہ بلند نہیں ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ اسی طرح فیصلے سے قبل دینی جماعتوں کی طرف سے جو محنت ہونی چاہیے تھی وہ نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ شاید ہماری ترجیحات کچھ اور ہیں۔ ہماری بڑی دینی سیاسی جماعتوں نے سیاست اور اقتدار کے لیے دو تین بڑے پرامن دھرنے دے کر ہمیں دکھا دیا اور اس بات کا بھی اظہار ہوا کہ گملا بھی نہیں ٹوٹا مگر کیا آج تک کسی منکر کے خلاف انہوں نے دھرنا دیا؟ یہ الفاظ مفتی تقی عثمانی صاحب کے ہیں۔ 2018ء میں ایک ریاست کا بیانیہ آیا تھا جس کے بعد صوبوں کی سطح پر علماء کے اجلاس منعقد ہوئے تھے۔ سندھ کی سطح پر ہونے والے علماء کے اجلاس میں مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ میں آپ علماء سے پوچھتا ہوں آج تک آپ نے کسی منکر کے خلاف کوئی تحریک چلائی؟ یہی بات بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1980ء سے کہتے آئے تھے کہ کسی متفق علیہ منکر کے خلاف تمام دینی جماعتیں مل کر تحریک چلائیں۔ مگر دکھتے دل کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ شاید دینی جماعتوں کی یہ ترجیح ہی نہیں ہے۔ آج ہمارے ہاں فقہی مباحث میں اور مسلکی اختلافات میں آپ کو دس دس دن کے مناظرے ملیں گے جبکہ منکرات کو پھلتے پھولتے دیکھ کر ان کے چہرے کا رنگ بھی نہیں بدلتا۔

ہماری بڑی دینی سیاسی جماعتوں نے اقتدار کے لیے دو تین بڑے پرامن دھرنے دے کر ہمیں دکھا دیا اور اس بات کا بھی اظہار ہوا کہ گملا بھی نہیں ٹوٹا مگر کیا آج تک کسی منکر کے خلاف انہوں نے دھرنا دیا؟

سوال: پاکستانی ٹی وی چینلز پر جس طرح کے ڈرامے آرہے ہیں اور وہ گھر گھر جا رہے ہیں، اسی طرح عریانی و فحاشی کا سیلاب ہماری نسلوں کو تباہ کر رہا ہے، اس کے خلاف بھی کبھی کوئی آواز کسی نے بلند کی؟

امیر تنظیم اسلامی: مرحوم قاضی حسین احمد صاحب نے ایک پٹیشن دائر کی تھی اس پر ہمارے بعض فاضل ججز نے کہا تھا کہ پہلے بے حیائی کی تعریف طے ہو جائے پھر ہم بات کریں گے۔ لیکن پھر وہ بات آئی گئی ہوگئی۔ جماعت اسلامی کے بعض حضرات سمیت تنظیم اسلامی نے بھی اس کیس کو آگے بڑھانے کی کوشش کی مگر وفاقی شرعی عدالت کے جج ہی بدل دیے جاتے ہیں۔ یعنی اگر ہم قانون کے ذریعے اسلام کی طرف بڑھنے کی کوشش کریں تو اس میں بھی رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں۔

سوال: بعض نام نہاد دانشوروں کی طرف سے یہ بات آئی ہے کہ دین اور مذہب ایک ہی چیز ہیں یعنی دین صرف عبادت کا نام ہے، آپ یہ بتائیے کہ یہ دین اور عبادات کیسے ایک ہی چیز ہوگئیں؟

امیر تنظیم اسلامی: اصل میں یہ لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔ سات آٹھ سال پرانی بات ہے کہ ایک سیٹلائٹ چینل پر احادیث کے موضوع پر ایک سلسلہ وار پروگرام شروع کیا گیا تھا۔ اینکر پکا لبرل تھا اور جو چار مہمان بلائے جاتے تھے ان میں دو حضرات پروفیسر تھے، تیسرے کا تعلق تاجر برادری سے تھا اور چوتھا برائے نام عالم ہوتا تھا۔ 25 منٹ کے پروگرام میں سے 10 منٹ تو اینکر لے لیتا تھا باقی چار مہمانوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں تین چار منٹ آتے تھے۔ پروگرام کا نتیجہ بہرحال یہ نکلا کہ میں نے ایک پروفیسر صاحب جو ایک اچھی یونیورسٹی سے ایم اے عربی کیے ہوئے ہیں سے پوچھا کہ چینل کے اس پروگرام کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ احادیث سے اعتماد اُٹھ گیا۔ یہ اس لیے ہوا کہ پروگرام میں اُن علماء کو بلایا ہی نہیں گیا جو احادیث کے موضوع پر اتھارٹی سمجھے جاتے ہیں۔ اگر آپ نے کسی چینل پر میڈیکل کے متعلق پروگرام کرنا ہے اور موضوع کینسر ہے تو آپ کینسر کے ماہر ڈاکٹروں کو بلائیں گے دل کے ڈاکٹر کو تو نہیں بلائیں گے۔ لیکن اسلام کے ساتھ یہ کھلواڑ ہو رہا ہے کہ جس کو چاہتے ہیں اس کو بٹھا کر عوام کے سامنے اسلام کی اپنی مرضی کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ یہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت دین کے حوالے سے شبہات پیدا کیے جا رہے اور اس ضمن میں جھوٹ کا بھی سہارا لیا جا رہا ہے۔ کئی مرتبہ جن احادیث کا حوالہ دیا جا رہا ہوتا ہے جب آپ تلاش کرتے ہیں تو وہ احادیث اس حوالہ پر نہیں ملتی۔ اسی طرح بعض لوگ یہ غلط فہمی بھی پھیلاتے ہیں کہ دین اور عبادات ایک ہی چیز ہیں۔ یہ حضرات قرآن کی چند آیات سے نتیجہ نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الکافرون میں ہے:

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝۱﴾ ”(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجیے کہ اے کافرو!“

﴿لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲﴾ ”میں اُن کو ہرگز نہیں پوجتا جن کو تم پوجتے ہو۔“

یہاں سے بات شروع کرتے ہیں اور نتیجہ اس آیت سے نکالتے ہیں:

﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶﴾ ”اب تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔“

اس سے وہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عبادات اور دین دونوں مترادف ہیں۔ ایسے لوگوں سے گزارش ہے کہ دیکھیے جب ہم سیکولرازم پر بات کریں تو اس اصطلاح کا اوریجن ہمیں انگلش ڈکشنریز میں تلاش کرنا پڑے گا نہ کہ عربی لغات میں۔ اسی طرح جب ہم اسلام کے کسی موضوع پر بات کریں گے تو ہمارے لیے دلیل قرآن و سنت ہوگی اور اس کی اصل زبان عربی ہے۔ لہٰذا ہمیں عربی لغات میں ہی اصل کو تلاش کرنا پڑے گا نہ کہ آکسفورڈ ڈکشنری میں۔ اب اگر ہم لفظ

عبادت اور لفظ دین کے معنی اور مفہوم عربی زبان میں تلاش کریں تو فرق بالکل واضح ہو جائے گا عبادت لفظ عبد سے بنا۔ اللہ کا کلام تو کہتا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات) ''اور میں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر صرف اس لیے کہ وہ میری بندگی کریں۔''

عبادت کا لغوی مفہوم ہے: بچھ جانا، جھک جانا، موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کی طرف بھیجا وہ کہتا ہے:

﴿وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ﴾ (المومنون) ''جبکہ ان کی قوم ہماری محکوم ہے!''

اب یہاں عابدون کا ترجمہ عبادت گزار کرنا تو مشکل ہو جائے گا کیونکہ حقیقی مفہوم یہ ہے کہ ان کی قوم تو ہماری غلام ہے، ہمارے آڈر کی ماتحت ہے۔ لہٰذا لفظ عبد کو اگر ہم عربی میں سمجھیں تو اس کا مطلب غلام ہوتا ہے۔ غلام اپنے مالک کے حکم کے تابع ہوتا ہے۔ جب اللہ کہہ رہا ہے کہ تمہیں پیدا ہی فقط عبادت کے لیے کیا گیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ہم ہر وقت اس کے غلام ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کر لیے اور اس کے بعد اب چھٹی ہے نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں ہر وقت بندگی مطلوب ہے۔ صرف ان ارکان کو پورا کرنا کل اسلام نہیں ہے۔ یعنی ہماری انفرادی زندگی کے تمام گوشوں سے لے کر اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں میں بندگی مطلوب ہے۔ اب لفظ دین کے معنی اگر عربی میں دیکھیں تو وہ بدلہ ہے۔ جیسے سورہ فاتحہ میں ہم پڑھتے ہیں:

﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ ''جزا و سزا کے دن کا مالک و مختار ہے۔''

البتہ عربی زبان میں بھی دیگر زبانوں کی طرح ایک لفظ کے معنی و مفہوم دوسری جگہ بدل جاتے ہیں۔ جیسے دین کا لفظ قانون کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے فرمایا:

﴿مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ (یوسف:76) ''آپ کے لیے ممکن نہیں تھا کہ اپنے بھائی کو روکتے بادشاہ کے قانون کے مطابق سوائے اس کے کہ اللہ چاہے۔''

یہاں لفظ دین قانون کے معنوں میں آیا ہے۔ پھر قرآن میں لفظ دین نظام کے معنوں میں بھی آتا ہے:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ (الانفال: 39) ''اور (اے مسلمانو!) ان سے جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (کفر) باقی نہ رہے اور دین کل کا کل اللہ ہی کا ہو جائے۔''

اسی طرح انفرادی سطح پر ٹھیک ہے یہ آیت بھی quote ہو گی کہ:

> **اسلامک اسکولز سے زیادہ بہتر اسلامک یونیورسٹیز کا قیام ہے کیونکہ اسکولز کے بعد جب بچے کالجز اور یونیورسٹیز میں پہنچتے ہیں تو وہاں ان کو ایسا تبدیل شدہ ماحول ملتا ہے جس میں رہ کر بچے کی پہلی ساری تربیت زائل ہو جاتی ہے۔**

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ (البقرۃ:256) ''دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔''

دین قبول کرانے میں جبر نہیں ہے لیکن قبول کرنے والے سے پابندی کرائی جائے گی البتہ اجتماعی سطح پر اللہ کہتا ہے:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ (یوسف:40) ''اختیارِ مطلق تو صرف اللہ ہی کا ہے۔''

ایک اور مقام پر قرآن دین کو اطاعت کے معنی میں بھی لاتا ہے:

﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾ (الزمر:3) ''آگاہ ہو جاؤ کہ اطاعت خالص اللہ ہی کا حق ہے۔''

دیکھئے! دین بدلے، قانون، نظام اور اطاعت کے معنی میں استعمال ہو رہا ہے۔ ان سب میں ایک ربط بھی ہے۔ جب بدلہ (جزا یا سزا) دیا جائے گا تو کسی قانون کے تحت دیا جائے گا۔ قانون اپنا نفاذ بھی چاہتا ہے اور نفاذ کے لیے ایک نظام چاہیے۔ نظام وہی کہلائے گا جس کو follow کیا جا رہا ہو۔ اس طرح آپ لفظ عبادت کی وضاحت میں جائیں گے تو اس سے مراد 24 گھنٹے کی بندگی، اطاعت ہے، اسی طرح لفظ دین کی وضاحت میں جائیں گے تو اس سے مراد زندگی کے ہر شعبے یعنی پورے نظام سمیت اللہ کے سامنے جھکنا اور اطاعت کرنا ہے۔ لہٰذا دین صرف عبادت کے چند طریقوں کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔

ایک اور غلطی بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ وہ اسلام کو religion کہہ دیتے ہیں۔ اب ظاہر ہے اس کے معنی عربی میں تو نہیں ملیں گے بلکہ انگریزی میں ملیں گے۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں تلاش کریں تو اس کے معنی یہ ملیں گے:

A set of dogmas or a set of beliefs یا تھوڑا آگے جائیں گے لکھا ہوا ملے گا:

A set of instructions for personal affairs of life۔ معلوم ہوا مغرب جسے religion کہتا ہے اس سے مراد صرف انفرادی زندگی کی چند رسومات، عقائد یا معاملات ہیں۔ لیکن اسلام تو ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ بقول بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ اسلام مذہب نہیں ہے بلکہ اسلام دین ہے۔ اسلام انفرادی معاملات کی ہدایات بھی دیتا ہے، عقائد، عبادات، رسومات بھی دیتا ہے اور اجتماعی زندگی کا سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام بھی دیتا ہے۔ بہرحال اسلام کو قرآن و حدیث اور عربی میں سمجھا جائے تو بہتر ہوگا، انگریزی اصطلاحات کو اسلام پر چسپاں کریں گے تو گمراہی کے راستے کھلیں گے۔

سوال: تنظیم اسلامی اللہ کے حکم کا مذاق بنانے والے، اپنی مرضی سے کسی حکم کو ماننے اور کسی حکم کا انکار کرنے والے نافرمان مسلمانوں کی راہ میں سختی سے رکاوٹ بننے کی بجائے دعوت دینے کی جس سنت پر عمل پیرا ہے وہ کہاں سے اخذ کی گئی ہے؟ (دختر امت)

امیر تنظیم اسلامی: تنظیم اسلامی منہج انقلاب نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی کوشش میں ہے۔ منہج انقلاب نبوی ﷺ اور رسول انقلاب ﷺ کا طریقہ انقلاب اس حوالے سے ہماری دو اہم کتب ہیں ان کا مطالعہ کیجیے۔ منہج انقلاب نبوی ﷺ کو جب ہم مدنظر رکھیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ مکہ کے 13 برس میں خانہ کعبہ میں 360 بت رکھے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں توڑنے کی بجائے صرف دعوت کے ذریعے لوگوں کو شرک سے منع کیا، اس کی مذمت کی اور اس کے خلاف دلائل پیش کیے لیکن بہت حکمت کے ساتھ جیسے کہ قرآن میں اللہ نے فرمایا:

''اور مت گالیاں دو (یا مت برا بھلا کہو) ان کو جنہیں یہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا' تو وہ اللہ کو گالیاں دینے لگیں گے زیادتی کرتے ہوئے بغیر سوچے سمجھے۔ اسی طرح ہم نے ہر قوم کے لیے اس کے عمل کو مزین کر دیا ہے' پھر اپنے رب ہی کی طرف ان سب کو لوٹنا ہے تو وہ ان کو جتلا دے گا جو کچھ وہ کرتے رہے تھے۔'' (الانعام:108)

آج ہمارے معاشرے میں بہت سے منکرات ہیں۔ یقیناً جذبات تو کہتے ہیں کہ ان کے خلاف کھڑا ہوا جائے لیکن حکمت اللہ کے رسول ﷺ نے یہ سکھائی ہے کہ اگر تم میں برائی کو روکنے کی طاقت ہے تو ہاتھ سے روکو، اس کی طاقت نہیں ہے تو زبان سے روکو، اس کی بھی طاقت نہیں ہے تو دل میں برا جانو، یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ تنظیم اسلامی کے پاس چونکہ ابھی ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں ہے لہٰذا ہم زبان کے ذریعے دعوت دے

رہے ہیں، یہ دعوت، ایمان، عبادات، اخلاقیات کی دعوت ہے، اپنے رویے اور معاملات کو ٹھیک کرنے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنے کی دعوت ہے۔ جیسے فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (التحریم:6) ''اے اہل ایمان! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اُس آگ سے''

ہم اس بات کی بھی دعوت دیں گے کہ یہ زمین اللہ کی ہے، اس پر حکم اور نظام بھی اللہ کا ہونا چاہیے۔ پھر جو لوگ ہماری دعوت کو قبول کریں ان کو منظم کر کے ایک جماعت کی شکل میں تربیت کا اہتمام کرنا، یہ سب منہج انقلاب نبوی کے مطابق ہے۔ منکرات کو دیکھ کر دل میں کڑھن پیدا ہوتی ہے مگر ہم نے کرنا وہی ہے جو منہج انقلاب نبوی کے مطابق ہو۔ یعنی جب تک ہاتھ سے روکنے کی پوزیشن میں نہیں آجاتے ہم زبان سے روکنے کی کوشش کریں گے۔ البتہ انفرادی زندگی میں، اپنے گھر میں، اپنے حلقہ احباب و روزگار میں جہاں ہمارا اختیار ہے وہاں فی الفور اسلام کو نافذ کرنے کی کوشش کریں گے۔ جہاں اختیار نہیں ہے وہاں حکومت اور صاحب اختیار لوگوں کو متوجہ کریں گے۔ جیسے ہم سود، بے حیائی اور مختلف منکرات کے خلاف مہمات بھی چلاتے ہیں۔ اس کے علاوہ حکمرانوں، سیاستدانوں، ممبران پارلیمنٹ، ججز، علما، وکلا، اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے ذمہ داران کو خطوط لکھ کر بھی متوجہ کرتے ہیں کہ بھائی خدارا آپ اپنے دائرہ کار میں اپنے اختیار کو استعمال کر کے ان برائیوں کو روکنے اور ختم کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہماری کوشش ہے کہ خود اپنی بھی تربیت اور اصلاح کی کوشش جاری رکھیں۔ کوئی بھی انسان ہم میں سے پرفیکٹ نہیں ہے۔ لہٰذا خود کو بھی جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کرنی ہے اور دوسروں کو بھی خیرخواہی کے جذبے کے ساتھ اس سے بچانے کی کوشش کرنی ہے۔ جب ہم یہ کوشش جاری رکھیں گے تو اس کے اثرات بہرحال معاشرے پر ضرور پڑیں گے۔ چند سال پہلے تک ویلنٹائن ڈے پاکستان میں بڑی شدت کے ساتھ منایا جاتا تھا۔ پھر جب دینی حلقوں کی جانب سے اس کے خلاف ایک مہم شروع ہوئی تو رفتہ رفتہ یونیورسٹیز کے طلبہ، سکالرز، یہاں تک کہ شوبزنس کے لوگوں نے بھی آواز اُٹھائی کہ یہ تو ہماری معاشرتی اقدار کو تباہ کرنے والی رسوم ہیں۔ چنانچہ گزشتہ ایک دو سال سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ دن بڑے پیمانے پر منانے کا رواج ختم ہوتا جا رہا ہے۔ پھر یہ کہ برائی کے خلاف آواز بلند کرنا صرف دینی ذمہ داری نہیں بلکہ یہ ہمارا آئینی حق بھی ہے اور قومی اور ملکی ذمہ داری بھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دیگر منکرات کے خلاف بھی آواز بلند ہونی چاہیے۔ ہر شعبہ کے لوگ اپنے فورمز کو اس مقصد کے لیے استعمال کریں تو ان شاء اللہ بہتر نتائج برآمد ہوں گے۔

سوال: جب بھی اسلامی حکومت قائم ہوگی تو فوری طور پر ہر سطح کے ٹیکنوکریٹ، بیوروکریٹ، سیاستدان، جج، فوج کے جرنیل وہاں درکار ہوں گے۔ اسلامی حکومت میں بڑے عہدوں کے لیے جس اعلیٰ درجے کا ایمان اور کردار ضروری ہوگا کیوں نہ اُس کے لیے ابھی سے تیاری شروع کی جائے۔ یعنی سکول کالجز میں بہترین صلاحیت کے طلبہ کی اس حوالے سے کردار سازی کی جائے، پھر ان تربیت یافتہ نوجوانوں کو ہر شعبہ میں آگے بڑھایا جائے۔ حکومت ملنے سے پہلے ہی جب ہر شعبے میں ایسے اہل ایمان کی تعداد بڑھنے لگے گی تو اس کے اثرات معاشرے پر ظاہر ہونے لگیں گے۔ (سرفراز صاحب)

امیر تنظیم اسلامی: ایک اندازے کے مطابق اس وقت 5.5 کروڑ بچہ سکولوں میں پڑھ رہا ہے اور تقریباً ڈیڑھ سے دو کروڑ بچہ سکولوں سے باہر ہے۔ اگر ہم آج سکول بنانا شروع کریں گے تو ایک محدود تعداد میں ہی کام کر سکیں گے۔ بجائے اس کے اگر جو سکولز، کالجز، یونیورسٹیز چل رہی ہیں ان کے اساتذہ اور مالکان کی ذہن سازی کی جائے تو لامحدود اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ یعنی اگر 10 ہزار ٹیچرز منہج انقلاب نبوی کو سمجھ جائیں تو وہ 10 لاکھ بچوں کی ذہن سازی کر سکیں گے۔ دعوت دینے کا مطلب کسی کو لا کر درس قرآن میں بٹھانا ہی نہیں ہوتا بلکہ one to one ملاقات کر کے مستقل رابطے کی شکل میں دعوتی فکر کو پہنچانا بھی ایک دعوتی ذمہ داری ہے۔ اس طور پر سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز کے اساتذہ اور پروفیسرز کو ہم اپنی دعوت پہنچا سکتے ہیں اور اگر دیگر دینی جماعتیں بھی مل کر پورے دین کی دعوت کے عمل کو تیز کریں تو آج جن بچوں تک ہم انقلابی فکر پہنچائیں گے وہی کل ٹیکنوکریٹ بھی ہوں گے، بیوروکریٹ، ججز، جرنیل بھی ہوں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت خالدؓ بن ولیدؓ جیسے لوگ کسی خاص play group یا nursery سے تو تیار ہو کر نہیں آئے تھے بلکہ وہ پہلے سے اسی سوسائٹی میں موجود تھے اور اپنے اپنے شعبوں میں ماہر تھے، ان پر محنت ہوئی تو بعد ازاں وہ اسلامی نظام کے بہترین ذمہ دار ثابت ہوئے۔ لہٰذا دعوتی عمل ہر طبقے اور ہر شعبہ کے لوگوں میں جاری رہنا چاہیے۔ ممکن ہے آج جو بیوروکریسی، ٹیکنوکریسی، ججز، جرنیل باطل نظام کو چلا رہے ہیں وہی کل اسلامی نظام کو چلانے والے بن جائیں۔

آصف حمید: کچھ سال پہلے ڈاکٹر ذاکر نائیک سے میری ملائشیا میں ملاقات ہوئی تو انہوں نے ایک بہت اچھی بات کی کہ ممبئی میں اُن کا اسکول تھا جو بہت اچھا چل رہا تھا، لیکن انہوں نے کہا کہ سکول سے زیادہ ضروری یونیورسٹی بنانا ہے، کیونکہ جب ہم اسکول میں سب کچھ پڑھا دیتے ہیں، اس کے بعد جب بچے کالج میں جاتے ہیں تو وہاں ان کو ایک ایسا تبدیل شدہ ماحول ملتا ہے جس میں رہ کر بچے کی پہلی ساری تربیت زائل ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر نائیک صاحب نے بتایا کہ وہ اب ایک یونیورسٹی بنانے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک کی یہ تجویز بہت اہم ہے۔ تاہم اصل بات یہ ہے کہ منہج انقلاب نبوی کے مطابق دعوت ہر طبقہ اور ہر شعبہ کے لوگوں کو دینی چاہیے۔

امیر تنظیم اسلامی: ہمارے ایک سابق نیول چیف نے اپنے ہاں باجماعت نماز کا سلسلہ شروع کیا تھا، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ انہوں نے آرڈر جاری کیا ہوا تھا کہ ظہر کی نماز کے وقت کوئی آفیشل میٹنگ نہیں ہوگی لیکن اگر مجبوراً کوئی ایسی میٹنگ ناگزیر ہو تو میٹنگ کے دوران اعلان کیا جائے گا کہ ظہر کی باجماعت نماز اتنے بجے ہوگی۔ انہوں نے اپنے دور میں نیول یونٹس میں باقاعدہ قرآن سینٹرز بنائے جو آج بھی چل رہے ہیں ماشاء اللہ اور وہاں آفیسرز کی فیملیز اور سٹاف کے لیے باقاعدہ قرآن کی تعلیم کا انتظام ہے۔ ان کی ریٹائرمنٹ سے قبل کی تقریر بہت مقبول ہوئی۔ اس تقریر میں انہوں نے پورے دین کے تقاضوں کو اُجاگر کیا تھا۔ اب وہ بھی اسی معاشرے کے ایک فرد تھے، اعلیٰ عہدے پر پہنچے، قرآن سے محبت پیدا ہوئی اور اللہ نے ان سے جو کام لینا تھا وہ لیا۔ اسی لیے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ اگر ہم نظام کی تبدیلی کے خواہاں ہیں تو ہمیں ہر عمر اور ہر شعبہ کے افراد تک دین کی دعوت کو پہنچانا ہوگا۔

❁❁❁

قارئین پروگرام ''امیر سے ملاقات'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

مملکت خداداد پاکستان
مصائب اور عذابوں کے سائے میں!!!
وجوہات، اسباب اور کرنے کا کام

● یوں تو اہل پاکستان پون صدی یعنی پچھتر سال سے سُن رہے ہیں کہ پاکستان کے حالات خراب ہیں اور پاکستان ایک نازک موڑ سے گزر رہا ہے۔ لیکن آج یہ بات ایک خوفناک حقیقت بن کر ہمارے سامنے آ کھڑی ہوئی ہے۔ سیاسی عدم استحکام بدترین داخلی انتشار کا باعث بن چکا ہے۔ معاشی بدحالی سے پیدا ہونے والی گرانی سے اب غریب ہی نہیں متوسط طبقہ کے لوگوں کے لیے بھی زندگی وبال بن گئی ہے۔ بچوں کو بھوک سے تڑپتے ہوئے دیکھ کر کئی والدین نے خودکشی یعنی حرام موت کو گلے لگا لیا ہے۔ اخلاقی دیوالیہ پن اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ اس حوالے سے اسلام تو دور کی بات ہے، ہم عام انسانی سطح سے بھی گر چکے ہیں۔

● ہمارے معاشرہ میں ظلم' ناانصافی' کرپشن' خیانت' جھوٹ' بددیانتی اور منافقت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا۔ مقتدر طبقات کی لوٹ مار اور دولت اور وسائل کی اس غیر منصفانہ تقسیم نے طبقاتی خلیج کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ ایک طرف وہ لوگ ہیں جو نزلہ و زکام کے علاج کے لیے یورپ میں ہسپتال بک کرواتے ہیں اور اپنے کتوں کے لیے ایئرکنڈیشنڈ کمرے تعمیر کرواتے ہیں' دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو بنیادی انسانی ضروریات سے محرومی کے باعث بھوک اور بیماری کے ہاتھوں موت کو گلے لگا لیتے ہیں۔

● سیاسی سطح پر ہم ایک دوسرے سے دست و گریبان ہی رہے اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ اخلاقیات کا جنازہ نکال دیا گیا۔ کئی سیاسی لیڈروں سمیت چند مذہبی سیاسی رہنماؤں کی گفتگو اسلام کے اعلیٰ و ارفع معیار تو درکنار کسی طور پر ایک انسانی معاشرے کے معیارات پر بھی پورا نہیں اترتی۔ اقتدار کی رسہ کشی سیاست دانوں کو ذاتی دشمنی اور عناد میں مبتلا کر چکی ہے جس کا خمیازہ عوام بھگت رہے ہیں۔ انانیت کی روش نے ملکی سالمیت کو شدید خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔

● قرآن کریم بتاتا ہے کہ لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے انہیں مصائب و آفات میں مبتلا کر دیا جاتا ہے جس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ لوگ گناہوں سے باز آئیں اور اصلاح کا رویہ اختیار کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "خشکی و تری میں فساد رونما ہو گیا لوگوں کے اعمال کی وجہ سے تاکہ وہ (اللہ) انہیں مزہ چکھائے ان کے بعض اعمال کا تاکہ وہ (اللہ کی طرف) پلٹ آئیں۔" (سورۃ الروم: 41)۔ اس طرح قرآن کریم میں عذاب کی ایک قسم یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ لوگوں کو باہم تقسیم کر دیا جائے اور وہ جنگ و جدال کا شکار ہو جائیں۔ فرمان الٰہی ہے "یا اللہ تمہیں گروہوں میں تقسیم کر دے اور ایک کی طاقت کا مزہ دوسرے کو چکھائے۔" (سورۃ الانعام:65)

● ایک حدیث مبارک میں پانچ گناہوں پر مختلف نوعیت کے عذاب مسلط کر دیئے جانے کی وعید سنائی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے مہاجروں کی جماعت! پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جب تم ان میں مبتلا ہو گئے (تو ان کی سزا ضرور ملے گی) اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ (بری چیزیں) تم تک پہنچیں۔

(i) جب بھی کسی قوم میں بے حیائی (بدکاری وغیرہ) علانیہ ہونے لگتی ہے تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے گزرے ہوئے بزرگوں میں نہیں ہوتی تھیں۔

(ii) جب وہ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، ان کو قحط سالی، روزگار کی تنگی اور بادشاہ کے ظلم کے ذریعے سے سزا دی جاتی ہے۔

(iii) جب وہ اپنے مالوں کی زکوٰۃ دینا بند کرتے ہیں تو ان سے آسمان کی بارش روک لی جاتی ہے۔ اگر جانور نہ ہوں تو انہیں کبھی بارش نہ ملے۔

(iv) جب وہ اللہ اور اس کے رسول کا عہد توڑتے ہیں تو ان پر دوسری قوموں میں سے دشمن مسلط کر دیے جاتے ہیں، وہ ان سے وہ کچھ چھین لیتے ہیں جو ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

(v) جب بھی ان کے امام (سردار اور لیڈر) اللہ کے قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے اور جو اللہ نے اتارا ہے اسے اختیار نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان میں آپس کی لڑائی ڈال دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

● قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں خانہ جنگی کی صورت میں عذاب کا ذکر ہے کہ کسی ملک کے عوام یا قوم کے مختلف گروہ آپس میں لڑ پڑیں۔ اللہ تعالیٰ کو آسمان سے کچھ گرانے کی ضرورت ہے نہ زمین کو دھنسانے کی۔ یہ گروہ بندی اور اس کی بنیاد پر باہمی خون ریزی عذاب الٰہی کی بدترین شکل ہے' جو آج مسلمانان پاکستان پر مسلط ہے۔ تقسیم ہند سے قبل جب ہندو سے مقابلہ تھا تو مسلمان ایک قوم تھے۔ پاکستان بنا تو اس کے تمام باسی پاکستانی تھے۔ اب یہی پاکستانی قوم چھوٹی چھوٹی قومیتوں اور عصبیتوں میں تحلیل ہو چکی ہے۔ لسانی، مسلکی لڑائیوں سے بڑھ کر اب سیاسی اعتبار سے جنگ وجدال اور طاقتور طبقات کے محکوم طبقات پر ظلم و ستم نے ملک کی سالمیت کو خطرہ اور عوام کو ہیجان اور اضطراب میں مبتلا کر رکھا ہے۔

● سوال یہ ہے کہ کیا مملکت خداداد پاکستان کو اس لئے حاصل کیا گیا تھا کہ سودی معیشت کو جاری اور عالمی ساہوکاروں سے قرضے لے لے کر ملک کو عالمی سامراج کا غلام بنا دیا جائے؟ مہنگائی اور ٹیکسوں کے پہاڑ تلے عوام کو روند دیا جائے؟ آزادیٔ نسواں کے نام پر خاندانی نظام کو تلپٹ کر دیا جائے یا ماؤں' بہنوں' بیٹیوں کو چوک چوراہوں میں کھڑا کر دیا جائے؟ ٹرانسجینڈر قانون بنا کر معاشرتی اقدار کو مغربیت کے پاؤں تلے روند دیا جائے؟ مملکت خداداد میں اسلامی احکامات کی خلاف ورزی اور ان کے خلاف قانون سازی' مذہبی شعار و رسومات پر پابندیاں اور دوسری طرف ویلنٹائن ڈے' عورت مارچ' ہولی' دیوالی' کرسمس اور دیگر غیر اسلامی تہوار و تہذیب کی حوصلہ افزائی کیا معنی رکھتا ہے؟

● یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ہمارے کرتوتوں اور قومی جرائم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مظاہر دن بدن سامنے آ رہے ہیں، کبھی سیلاب، کبھی طوفانی بارشیں، کبھی مسلسل زلزلوں کے جھٹکے، کبھی سیاسی انتشار کی وجہ سے ملکی سالمیت کو لاحق خطرات تو کبھی معیشت کی تنگی! وجہ یہی کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے کیے گئے عہد کی خلاف ورزی کی اور کلمہ کے نام پر حاصل کی گئی مملکت خداداد میں اللہ تعالیٰ

کے عطا کردہ دین اسلام کو نافذ کرنے سے گریز اور فرار اختیار کیا۔

● ضرورت اس امر کی ہے کہ ملک کی موجودہ صورتحال کی انتہائی ہنگامی بنیادوں پر فکر کی جائے اور تمام طبقات (بشمول حکمران، اپوزیشن، عدلیہ، افواج، علماء، صاحب اثر حضرات اور عوام) ہوش کے ناخن لیں اور ملک کی سالمیت کو ترجیح اول بناتے ہوئے اپنا کردار ادا کریں۔

فوری وعبوری نوعیت کے قابلِ توجہ اور لائق عمل پہلو!!!

1- کسی بھی نوع کا حکومتی یا ماورائے حکومت جبر، ماورائے قانون گمشدگیاں، گرفتاریاں، خواتین کی بے حرمتی، چادر و چار دیواری کی پامالی اور کسی بھی شہری پر انتقامی طور پر فرضی مقدمات کا دائر کرنا ملک کے لیے بلاشبہ نقصان، انتشار اور نفرتوں کے بڑھانے کا باعث ہیں اور دینی اعتبار سے بھی جائز نہیں ہیں۔ سیاست دانوں کی مفاد پرستی، انانیت، ضد، عناد اور دشمنی پر اتر آنے کی روش نے قوم کو ہیجان اور اضطراب میں مبتلا کر ڈالا ہے۔ ذاتی مفادات کے مقابلہ میں ملک کے مفاد اور سالمیت کی ترجیح اشد ضروری ہے۔

2- ہر ادارہ چاہے وہ حکومت ہو یا پارلیمان، پولیس ہو یا عدلیہ، سول یا ملٹری بیوروکریسی تمام ادارے ملک کو ان حالات تک پہنچانے میں کم وبیش برابر کے حصہ دار ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام ادارے داخلی طور پر آئین وقانون کی بالادستی کے لیے اپنے کردار کی حدود میں رہ کر حقیقی روح کے مطابق عمل کا عزم کریں۔ ہر ادارہ اپنی سطح پر بلا استثنیٰ حقیقی معنی میں احتساب کا نظام قائم کرے نیز اپنے اندر موجود کرپٹ افراد کو قانون کی گرفت میں لائے تاکہ عوام کا اعتماد بحال ہو سکے۔

3- پاکستان کی خصوصی اہمیت، مستقبل کے منظر نامہ اور عالمی سطح پر بالآخر دین اسلام کے غلبہ کے تناظر میں ملک کی دفاعی اور عسکری صلاحیت بہت بڑی نعمت و امانت ہے۔ اس کی حفاظت ہمارا قومی اور دینی فریضہ ہے۔ ملک، عوام اور ریاستی اداروں کے ٹکراؤ کا متحمل ہرگز نہیں ہو سکتا۔ دین اور پاکستان دشمن طاقتوں کی سازشوں کا ادراک اور ان کا توڑ کرنا ضروری ہے۔ کوئی سیاسی جماعت یا سیاسی کارکنان ریاست کی املاک اور اداروں کے خلاف اشتعال اور پُرتشدد کارروائیاں کریں تو اپنا اور ملک کا نقصان کریں گے۔ اس انتشار اور پُرتشدد کارروائیوں سے اجتناب ضروری ہے۔

4- ملک میں کسی بھی نوع کی آمریت چاہے وہ سویلین ہو یا فوجی ملک کے لیے نقصان دہ بلکہ زہر قاتل ہے۔ پاکستان کی سالمیت کے لیے جمہوری عمل جاری رہنا چاہیے۔ آئین وقانون کے مطابق انتخابات کا انعقاد ہونا چاہیے تاکہ عوام میں گھٹن نہ ہو، نیز عوامی رائے کے حصول اور اس پر عمل درآمد کا راستہ کھلا رہے۔ چنانچہ سردست فوری بنیادوں پر صاف، شفاف اور منصفانہ انتخابات کا اہتمام کیا جائے۔ اس سے عوام کے اضطراب اور بے چینی کے خاتمے اور کشیدہ ملکی حالات کو سنبھالنے میں مدد مل سکے گی۔

5- حکومت جانبدارانہ قانون سازی کرنے کی بجائے مذاکرات کے ذریعہ انتخابات پر اتفاق رائے پیدا کرے۔ اپوزیشن اور حکومت دونوں غیر ملکی مفادات کو تحفظ دینے کی بجائے ملکی سالمیت و مفاد میں فیصلے کریں۔ تمام سیاسی جماعتیں اپنے اندر موجود ایسے عناصر جو کرپشن، ملکی مفاد کے مخالف سرگرمیوں، بیرون ملک ایجنڈا پر قائم ہیں ان سے اعلان برأت کرتے ہوئے عہد کریں کہ عالمی طاقتوں کے ساتھ پاکستان کا کردار غیر جانبدارانہ ہو اور کسی پراکسی وار کا حصہ نہیں بنیں گے۔

6- مقتدر طبقات اور بااثر افراد موجودہ ہیجان اور اضطراب کے خاتمہ کے لیے اپنا کردار ادا کریں اور ملک کی سالمیت کو ترجیح دیتے ہوئے متعلقہ فریقین کے درمیان مفاہمت کی کوشش کریں۔

پاکستان کے مسائل کا اصل حل!!!

1- البتہ پاکستان کے مسائل کا اصل حل اور حقیقی سلامتی "نفاذِ اسلام" کے ساتھ وابستہ ہے۔ نظریہ کا تحفظ اور اس پر عمل نہیں تو سلامتی بھی ممکن نہیں۔ سوویت یونین جیسی عظیم ایٹمی طاقت اسی لیے شکست وریخت سے دوچار ہوئی کہ اس نے اپنی نظریاتی اساس سے انحراف کیا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر دی جائے اور ملک میں اسلام کے عادلانہ نظام کو قائم و نافذ کیا جائے۔

2- آج بھی پاکستان کو ہر قسم کے اندرونی و بیرونی خطرات سے محفوظ رکھنے اور اسے مستحکم کرنے کے لیے پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ لگا کر یعنی قرآن اور سنت کی بالادستی قائم کرتے ہوئے نظریۂ پاکستان کی عملی تعبیر کی طرف پیش قدمی کرنا ہوگی۔ 1973ء کے آئین کی اس شق کو کہ قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہوگی اس پر حقیقی معنوں میں عمل درآمد ہو۔ سودی معیشت اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ ہے یہ انسانوں کا بدترین استحصال ہے اسے مٹانے اور نیست و نابود کرنے کے لیے باقاعدہ ایک پلان کے تحت سود کی جنم بھومی یعنی سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف جنگ کا آغاز کرنا ہوگا۔ جس کے لیے نظریاتی، سیاسی، معاشی اور عسکری سطح پر پاکستان کو ناقابل تسخیر بنانا ہوگا۔ یہ جنگ جیتنا مشکل ہے ناممکن نہیں ہے۔ پاکستان کو اتنا مضبوط و مستحکم کرنا ہوگا کہ یہ تصادم مول لیا جائے اور جیتا جائے۔ ہمت مرداں مدد خدا کے اصول کے تحت یہ جنگ بھی جیتی جا سکتی ہے۔ لیکن لازم ہے کہ ہم پہلے اسلام کا دامن تھامیں تاکہ پاکستان مستحکم اور مضبوط ہو کر میدان میں اترے۔

3- یاد رہے کہ نفاذِ دین کا مطلب محض چور کے ہاتھ کاٹنا، زانی کا سنگسار کرنا، قاتلوں سے قصاص لینا وغیرہ ہی نہیں بلکہ اسلام کے عادلانہ نظام کا مکمل نفاذ ہے جس میں تمام مسلمان حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی باعزت شہری کی حیثیت سے کر سکیں اور اقلیتوں کے جان و مال اور عزت کو تحفظ حاصل ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اقامت دین کی جدوجہد کا اصل حاصل پاکیزہ، فلاحی اور عادلانہ نظام کا قیام ہے جس کے لیے منہج انقلاب نبوی ﷺ سے رہنمائی لیتے ہوئے ایک پُرامن، منظم، انقلابی تحریک برپا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

4- جب تک اسلامی انقلاب برپا نہ ہو جائے ہر نوع کی آمریت کے مقابلہ میں کم برائی کے طور پر، بطور ضرورت جمہوری عمل جاری رہے البتہ ہمارے ملک میں انتخابات کے غیر جانبدارانہ انعقاد اور شفافیت کے غیر یقینی ہونے نیز مقتدر طبقات اور اکثر اہل سیاست کے مفاد پرستی پر مبنی طرزِ عمل سے موجودہ فرسودہ نظام کی بربادی اور تباہی بالکل واضح ہو چکی ہے۔ تنظیم اسلامی کا اصولی موقف یہ ہے کہ انقلابی راستہ اور تحریک کے بغیر پاکستان میں نفاذ اسلام ممکن نہیں۔ چنانچہ اس بات پر اصل توجہ مرکوز رکھنا ضروری ہے۔ حالات ابتر بلکہ بدتر ہیں۔ ملکی حالات کی نزاکت کے باعث ضروری ہے کہ انقلابی جدوجہد کی اہمیت اور منہج انقلاب نبوی ﷺ کو اچھی طرح سمجھا جائے کیونکہ ہمارے جملہ مسائل کا حل اسی راستہ کو اختیار کرتے ہوئے غلبہ دین کی جدوجہد اور اسلام کے نفاذ میں ہے۔ ٭٭

وطن کی فکر کر ناداں! مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

❀❀❀

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کے ساتھ ایک نشست

انٹرویو: محترمہ منزہ کریم

ایک نجی نشست میں ڈاکٹر اسرار احمد ﷫ کی اہلیہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، وہ انتہائی شفیق، بُردبار اور حلیم الطبع خاتون ہیں۔ ان کے چہرے پر مستقل مسکراہٹ رہتی ہے۔ وہ مجھ سے بہت ہی پیار اور اپنائیت سے ملیں اور کچھ معاملات میں رہنمائی بھی فرمائی۔ ان سے ملنے کے بعد مجھے اس بات کا پختہ یقین ہوگیا کہ ہر کامیاب مرد کے پیچھے واقعی ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنی ساری زندگی قرآن کی تبلیغ وتبیین میں صَرف کی اور اپنے مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے میڈیکل کے پیشے کو خیر باد کہہ کر ایک سادہ زندگی کو ترجیح دی۔ یہ تب ہی ممکن تھا جب ڈاکٹر صاحبؒ کی اہلیہ ان کے اس فیصلے میں ان کی معاون ومددگار ہوتیں۔ اس ملاقات نے مجھ پر گہرے اثرات مرتب کیے اور مجھے محسوس ہوا کہ مادہ پرستی اور نمود ونمائش کے اس دور میں ہماری نوجوان نسل بالخصوص طالب علموں کو ایسی شخصیات کی زندگی اور تجربات سے استفادہ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ میں نے اپنا یہ خیال اُردو ڈیپارٹمنٹ کے ساتھی مسز نگہت لیاقت کے سامنے پیش کیا اور ہم طالبات کے ایک گروپ کو لے کر ان سے ملاقات کے لیے تیار ہوگئیں۔ معاونہ برائے رابطہ حلقہ خواتین، تنظیم اسلامی نے اس نشست کا اہتمام کروانے کا بندوبست کیا۔

معروف اسلامی سکالر محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی اہلیہ سے حالات حاضرہ کے مسائل اور بچوں کی تربیت ورہنمائی کے حوالے سے ایک سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ ملاقات کے لیے 9 مئی 2023ء کو سینئر انگلش ٹیچر مس منزہ کریم اور اُردو ٹیچر مسز نگہت لیاقت کی سربراہی میں گرلز سینئر ونگ ماڈل ٹاؤن جماعت نہم کی طالبات کا ایک گروپ ''قرآن اکیڈمی'' پہنچا جہاں ان کی بڑی صاحبزادی امۃ المعطی اور بڑی بہو مسز ڈاکٹر عارف رشید بھی موجود تھیں۔ جنہوں نے بچیوں کی حوصلہ افزائی کی اور انہیں قرآن کورس جوائن کرنے کی ترغیب دی۔

ڈاکٹر صاحبؒ نے 1972ء میں انجمن خدام القرآن قائم کی۔ 1975ء میں تنظیم اسلامی کا قیام عمل میں آیا اور 1976 میں قرآن اکیڈمی قائم کی گئی تاکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان نسل قرآن پر تحقیق اور نشرو اشاعت کا بیڑا اُٹھالے۔ ڈاکٹر صاحبؒ کی اہلیہ ایک دیندار خاتون ہیں۔ انہوں نے ڈاکٹر صاحبؒ کا دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر ساتھ دیا۔ جب تنظیم اسلامی قائم کی گئی تو وہ حلقہ خواتین کی ناظمہ مقرر ہوئیں۔ آپ کی صاحبزادی امۃ المعطی اپنی والدہ کے بارے میں بیان کرتی ہیں:

''امی کا دینی ذوق تو بہت زیادہ اور پہلے سے تھا بلکہ وہ بہت سے دینی معاملات میں والد محترم سے آگے تھیں۔''

گفتگو کا آغاز ''سورۃ زمر'' کی آیات کی تلاوت سے کیا گیا۔ ڈاکٹر صاحبؒ کی اہلیہ نے آیات کا ترجمہ اور تفسیر بیان کی۔ پھر نہم جماعت کی طالبات معصومہ نصر اور فیزا ایمان نے سوالات کیے:

سوال: ڈاکٹر صاحبؒ کی شریک حیات ہونا یقیناً آپ کے لیے اعزاز کی بات ہے آپ ہمیں اپنی گھریلو زندگی کے حوالے سے کچھ بتایئے؟

جواب: ڈاکٹر صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ یقیناً یہ میرے لیے اعزاز کی بات تھی۔ ڈاکٹر صاحبؒ کی والدہ نے ان کی شریک حیات کا انتخاب کرتے ہوئے دینداری کو ترجیح دی اور شادی کے بعد ہم نے سادہ زندگی کو ترجیح دی۔ ہمارے روزمرہ کے معمولات قرآن کے گرد گھومتے تھے۔ ڈاکٹر صاحبؒ کا زیادہ وقت مطالعہ اور تبلیغ دین میں گزرتا جبکہ گھر کی تمام ذمہ داری مجھ پر تھی۔ بچوں کی تعلیم اور شادی بیاہ جیسے اہم معاملات ڈاکٹر صاحبؒ مجھ سے مشورہ کے بعد ہی طے کرتے۔ حتمی فیصلہ ڈاکٹر صاحبؒ کا ہی ہوتا تھا مگر میری بھرپور مشاورت کے ساتھ۔

سوال: آپ نے اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کے مطابق انتہائی سادگی سے بسر کی۔ آج کل کی نمود ونمائش والی زندگی سے بچنے کے لیے کوئی ہدایت فرما دیجئے؟

جواب: اگر ہمارا مطمحِ نظر آخرت رہے تو دنیا کی زندگی بے وقعت لگتی ہے جیسا کہ ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

''اگر اللہ کے ہاں دنیا کی زندگی کی اہمیت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کافر کو اس سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔''

اس لیے اگر اپنا نصب العین آخرت میں اعلیٰ مقام حاصل کرنا رکھیں گے تو یہ ساری چیزیں بے معنی محسوس ہوں گی۔

سوال: آج کل کے دور میں اچھا مسلمان بننے کے لیے قرآن پاک کو سمجھنا ضروری ہے اس سلسلے میں ہم انفرادی طور پر کیا کر سکتے ہیں؟

جواب: قرآن پاک کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کو سمجھ کر پڑھنے کی عادت بنا لینی چاہیے۔ گھروں میں والدین ایک وقت مقرر کرلیں جس میں ایک یا دو رکوع کا ترجمہ اور تفسیر پڑھیں۔ چھوٹے بچوں کو بھی اس میں شامل کیا جائے۔ انہیں سورتیں یاد کرائی جائیں یا ان سے ناظرہ سنا جائے۔ جب قرآن کے ساتھ رشتہ مضبوط ہوگا تو ان شاء اللہ اچھا مسلمان بننے کے لیے راہ ہموار ہوگی۔

سوال: طلبہ وطالبات کو اسلامی اقدار پر عمل پیرا ہونے کے لیے کیسا طرز زندگی اختیار کرنا چاہیے؟

جواب: اسلامی کتابوں کا مطالعہ کرنا ہوگا، دین کا علم حاصل کرنا ہوگا اور پھر اصلاح احوال کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرنی ہوگی۔ کیونکہ دعا بندہ مومن کا ہتھیار ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جو ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور جو ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے میں دو ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف چل کر آتا ہے میری رحمت اس کی طرف دوڑ کر آتی ہے۔''

بچوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا مقصدِ حیات کیا ہے وہ اپنے ایمان کو مضبوط کریں۔ اللہ پر توکل کریں اور ہر معاملے میں اللہ کی رضا کو مطلوب ہو۔

سوال: والدین اپنے بچوں کی کیسے تربیت کریں کہ وہ دنیا وآخرت میں کامیابی حاصل کر سکیں؟

جواب: والدین گھروں میں دینی ماحول فراہم کریں چھوٹی عمر سے ہی قرآن کی تعلیم کا آغاز کریں۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے اپنی مصروف زندگی کے باوجود بچوں کی تربیت پر بہت توجہ دی۔ میرے خیال میں اولاد کی تربیت میں ماں کا کردار زیادہ اہم ہوتا ہے۔ وہ ہی بچے کی اولین درس گاہ ہے۔ اولاد کے سلسلے میں اللہ کے ہاں والدین سے پوچھ ہوگی۔

سوال: بچیوں میں حیا کی اہمیت کو کیسے اُجاگر کیا جا سکتا ہے۔ اور اس میں اساتذہ اپنا کردار کیسے ادا کر سکتے ہیں؟

جواب: اس سلسلے میں بھی بنیادی طور پر ماں کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا اس کے بعد اساتذہ کو بھی حیا کا مجسمہ ہونا چاہیے۔ مائیں بچپن سے ہی بچیوں کے لباس کے حوالے سے محتاط رویہ اپنائیں اور ان کی اساتذہ بھی ان کے لیے رول ماڈل ہیں تو انھیں بھی اس سلسلے میں خیال رکھنا ہوگا۔ یہاں میں دو احادیث کا حوالہ دوں گی۔

''آپ ﷺ نے فرمایا'' جب تجھ میں حیا نہ رہے تو جو چاہے کر۔'' (ابن ماجہ)

اور'' بے شک حیا اور ایمان آپس میں ملے ہوئے ہیں، جب ایک اٹھ جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔''
(مستدرک الحاکم)

سوال: خواتین کے دینی فرائض اور اسلام میں عورت کے مقام پر بھی روشنی ڈالیے نیز موجودہ دور میں بچیوں کو کس طرح کی تعلیم اور ملازمت اختیار کرنی چاہیے؟

جواب: ۔عورت کی بنیادی ذمہ داری تو اس کا گھر ہے اسے اپنی ذات سے آغاز کر کے پھر گھر والوں کو اور اہل خانہ کے بعد اقربا، کو سمجھانا اور سکھانا ہے۔ وقت اور موقع کے مطابق دینی احکامات کو خود بھی سیکھنا ہے اور ان کو پھیلانا بھی ہے۔ اس حوالے سے آپ ڈاکٹر صاحبؒ کی کتاب ''مسلمان خواتین کے دینی فرائض'' سے مزید رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ جہاں تک ملازمت اور مضامین کا تعلق ہے تو طب اور تعلیمی شعبے سے متعلقہ مضامین پڑھنے چاہئیں اور اگر ملازمت کی ضرورت درپیش ہو تو انھی پیشوں کو اپنایا جائے اور مخلوط ماحول سے اجتناب کیا جائے۔

سوال: فرقہ واریت سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟

جواب: تمام مسالک قرآن وسنت کے دائرے کے اندر رہیں۔ اختلافات کو ہوا دینے کی بجائے ہر فرد کو اپنے دینی فرائض پر توجہ دینی چاہیے۔ دینی موضوعات پر بحث مباحثہ کرنے سے اجتناب کریں۔ فرقہ واریت مسلمانوں کی ترقی واتحاد میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے جس سے دشمن قوتیں فائدہ اُٹھاتی ہیں۔

سوال: آج کے دَور میں دوسروں پر انگلی اُٹھانا، تہمت و بہتان لگانا بہت عام ہو گیا ہے ان قبیح افعال کا تدارک کس طرح ممکن بنایا جائے؟

اس سوال کا جواب انہوں نے ایک خوبصورت شعر پڑھ کر یوں دیا: ۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب وہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

سوال: ڈاکٹر صاحبؒ طب کے پیشے سے منسلک تھے۔ انہوں نے جب اپنے پیشے کو چھوڑ کر اقامت دین کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا اور سادہ زندگی کو ترجیح دی تو آپ کی رضا اس میں شامل تھی؟

جواب: ڈاکٹر صاحبؒ کی اہلیہ نے بڑی حکمت سے اس کا جواب دیا جس کا لب لباب یہ ہے کہ جب ڈاکٹر صاحبؒ نے اپنے اس خیال کا اظہار کیا تو انھوں نے بھرپور ساتھ کی یقین دہانی کرائی اور کہا کہ رُوکھی سُوکھی کھالیں گے مگر میں آپ کا ساتھ ضرور دوں گی۔ اس لیے کہ دنیا کو ڈاکٹر تو بہت سے مل جائیں گے مگر آپ جیسا مبلغ دین اور قرآن کا داعی نہیں ملے گا۔

سوال: آج ہمارے دلوں پر حسد، تکبر، کینہ اور تعصب کے جو پردے پڑے ہوئے ہیں ان کو کیسے ہٹایا جائے؟

جواب: حدیث مبارکہ ہے کہ:

''دلوں پر زنگ آ جاتا ہے۔ صحابہ کرام ؓ نے پوچھا کہ ہم اس زنگ کو کیسے دور کریں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''موت کو کثرت سے یاد رکھو اور قرآن مجید کی تلاوت کرو۔''
(شعب الایمان)

قرآن وسنت کے ساتھ تعلق مضبوط کر کے اور قرآن کے حقوق ادا کر کے ہم ان پردوں کو ہٹا سکتے ہیں۔

سوال: قرآن کے حقوق کی وضاحت فرما دیجیے؟

جواب: ہر مسلمان پر قرآن مجید کے پانچ حقوق ہیں۔

1: ایمان وتعظیم 2: تلاوت وترتیل
3: تذکر وتدبر 4: حکم واقامت 5: تبلیغ وتبیین

سوال: بچوں میں منشیات کے بڑھتے ہوئے رجحان کی کیا وجہ ہے اور اس کا تدارک کیسے کریں؟

جواب: ۔اگر والدین کے درمیان ناچاقی ہو جائے تو گھر کا ماحول خراب ہوگا اس خراب ماحول کا اثر اولاد پر ضرور ہوگا۔ پھر بچے راہ فرار تلاش کریں گے۔ اس لیے بچے بچیوں کو قرآن وسنت سے جوڑنے کی کوشش کریں۔ جتنا آپ کا تعلق قرآن وسنت سے مضبوط ہوگا اتنا ہی آپ معاشرتی برائیوں سے دور رہیں گے۔

سوال: عام طور پر نوجوان والدین کی جائز سختی کو بھی برداشت نہیں کرتے اس کے لیے کیا خاص رویہ اختیار کیا جائے؟

جواب: اس سلسلے میں والدین اور گھر کے بزرگ مثلاً دادا دادی وغیرہ بھی خاص کردار ادا کر سکتے ہیں اگر اوائل عمر میں ہی اسلامی شعار اور دینی ماحول نظر آئے گا تو بچوں میں بھی اچھی عادات پختہ ہو جائیں گی لیکن اگر آپ تیرہ چودہ سال کی عمر میں ایک دم سے ان پر پابندیاں لگائیں گے تو وہ ان کو عجیب لگیں گی کیونکہ وہ بچپن سے ان کے عادی نہیں ہوں گے تو ان پر عمل کرنا بھی ان کے لیے مشکل ہو جائے گا۔

اس گفتگو کے دوران ڈاکٹر صاحبؒ کی بڑی صاحبزادی امۃ المعطی بھی وہاں موجود تھیں کچھ سوالات ان سے بھی کیے گئے:

سوال: ڈاکٹر صاحبؒ کا اپنی بیٹیوں کے ساتھ کس طرح کا تعلق تھا؟

جواب: ڈاکٹر صاحبؒ اپنے دروس قرآن میں ہمیشہ ہمیں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ گھر میں رُعب کے ساتھ ساتھ مشفقانہ رویہ تھا۔ اگر ان کی طرف سے کوئی ہدایت ملتی تو اس پر عمل درآمد والدہ صاحبہ کراتی تھیں۔ تفریحی دوروں پر بھی ہمیں ساتھ لے کر جاتے۔ سیر کے لیے مری اور ایوبیہ بھی لے کر جاتے۔ گھر کی تقریبات میں بچیوں کو بھرپور طریقے سے محظوظ ہونے کی اجازت ہوتی تھی۔ لیکن مخلوط تقاریب کی اور تصاویر بنانے کی بالکل اجازت نہ تھی۔

سوال: تربیت کے حوالے سے بحیثیت ایک ماں کے آپ نے اپنی والدہ کو کیسا پایا؟

جواب: ہماری تربیت میں والد سے زیادہ والدہ کا کردار اہم ہے۔ دین کے قریب لانے اور اسلامی شعار کی پابندی کرانے میں دادی مرحومہ اور والدہ نے بچپن سے بہت توجہ دی۔ پردے کی عادت اپنانے اور قرآن سے جوڑنے میں کوشاں رہیں۔ دینی اور دنیوی تعلیم وتربیت میں والدہ کا زیادہ حصہ ہے۔

سوال: اقامت دین میں خواتین اپنا کردار کس طرح ادا کر سکتی ہیں؟

جواب: خواتین کو دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔ اقامت دین کا کام سب سے پہلے اپنی ذات، اپنے گھر اور اپنے اردگرد محرم رشتے داروں سے کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں وہ مستند دینی مدارس اور اداروں میں ہونے والے کورسز میں داخلہ لے سکتی ہیں، جن کے لیے تعطیلات کا وقت بے حد موزوں رہتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی نشست کا اختتام چائے سے تواضع کے ساتھ ہوا۔ ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ ڈاکٹر صاحبؒ کی اہلیہ نے طالبات کو اچھے مستقبل کے حوالے سے دعائیں دیں اور ہم وہاں سے پند ونصائح کے قیمتی موتی سمیٹ کر روانہ ہوئے۔

۞۞۞

حقیقت صلوٰۃ

مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت تنظیم اسلامی

توحید اور رسالت کی شہادت کے بعد نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج اسلام کے چار ارکان ہیں اور ان چار میں سے بھی نماز اور روزہ کی اہمیت زیادہ ہے۔ اس لیے کہ زکوٰۃ تو صرف صاحب نصاب پر اور حج صاحب استطاعت پر فرض ہے۔ جبکہ نماز اور روزہ تو ہر مسلمان پر فرض ہیں۔ پھر نماز اور روزہ میں سے بھی نماز کو خاص اہمیت حاصل ہے چونکہ روزانہ پانچ نمازوں کی ادائیگی ہر عاقل و بالغ پر فرض ہے جبکہ روزے سال میں ایک ماہ کے فرض ہیں۔

نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں نماز قائم کرنے کا حکم تقریباً ستر بار آیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ نبوی ﷺ میں کسی مسلمان کے بے نمازی ہونے کا گمان تک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہاں تک کہ منافقین کو بھی اپنے آپ کو سچا مسلمان ثابت کرنے کے لیے جماعت میں پہلی صف میں کھڑا ہونا پڑتا تھا۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں اکثر لوگ بے نمازی ہیں اور نماز جیسی عظیم اہمیت کی حامل عبادت سے محروم ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے دیدہ دانستہ جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑ دی تو وہ ہماری ملت سے خارج ہوگیا۔ (رواہ الطبرانی)

جلیل القدر تابعی عبداللہ بن شقیقؒ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا ہے: ”رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کرنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔“

ان احادیث کی بنیاد پر امام احمد بن حنبلؒ اور بعض دوسرے اکابرِ امت کا موقف ہے کہ نماز چھوڑ دینے سے آدمی کافر اور مرتد ہوجاتا ہے اور اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہتا حتیٰ کہ اگر وہ اسی حال میں مرجائے تو اس کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانے کی بھی اجازت نہیں دی جائے گی۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور بعض دوسرے ائمہ کی رائے یہ ہے کہ ترکِ نماز اگرچہ اسلام کے منافی ایک عمل ہے۔ لیکن اگر کسی بدبخت نے صرف غفلت سے نماز چھوڑ دی تو اگرچہ وہ آخرت میں سخت سے سخت سزا کا مستحق ہے مگر اس پر کافر اور مرتد کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو بے حد وحساب نعمتوں سے نوازا ہے تو اس کو بھی چاہیے کہ اپنے پروردگار کو پہچانے کہ یہ تمام نعمتیں مجھے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے عطا فرمائیں ہیں۔ لہٰذا مجھے شکر بھی اُسی کا ادا کرنا چاہیے۔ جیسا کہ سورۃ لقمان آیت نمبر 12 میں ارشادگرامی ہے:

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ﴾

”اور یقیناً ہم نے ہی لقمان کو حکمت عطا کی تھی تا کہ وہ شکر ادا کرے اللہ تعالیٰ کا۔“

انسان اللہ تعالیٰ کا شکر بھی اسی وقت ادا کرسکتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرلے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کا عمل بھی درست ہوگا۔ اس میں افراط وتفریط نہیں ہوگا۔ نہ تو انسان اپنے نفس سے مغلوب ہوگا، نہ جذبات کی رو میں بہہ کر اندھا ہوجائے گا اور نہ ہی مخالف ماحول سے متاثر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ایک نتیجہ یہ بھی برآمد ہوگا کہ اس کا تعلق مع اللہ گہرا ہوتا چلا جائے گا۔ عمل بھی بہتر ہوتا چلا جائے گا اور ساتھ ہی ساتھ روحانی ترقی بھی ہوگی جو اصل حاصل اور اصل مقصود ہے۔

غور کیجیے ان تینوں چیزوں یعنی معرفتِ رب، عمل کی درستگی اور روحانی ترقی کا نماز کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ لہٰذا حکم دیا گیا کہ اپنے چوبیس گھنٹوں کے معمولات میں سے کم ازکم پانچ مرتبہ لازماً نکلو اور اپنی باطنی کیفیات کو تازہ کرو۔

جس اصطلاح قرآنی کا ترجمہ اردو میں نماز کیا گیا ہے۔ وہ صلوٰۃ ہے۔ صلوٰۃ کے لغوی معنیٰ کسی کی طرف رخ کرنے، بڑھنے اور قریب ہوجانے کے ہیں۔ لہٰذا شریعت کی اصطلاح میں اس کا مفہوم یہ ہوگا، اس اللہ تعالیٰ کی طرف پوری طرح متوجہ ہونا اور بڑھ کر اس کے قریب ہوجانا جو تنہا معبود اور اکیلا مقصود ہے۔

صلوٰۃ کے اس مفہوم کو سامنے رکھ کر جائزہ لے کر دیکھتے ہیں ہم نماز میں کیا کرتے ہیں اور کیا پڑھتے ہیں؟ سب سے پہلے اس خانہ کعبہ کی سمت رخ کرتے ہیں جو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کا سب سے پہلا مرکز اور اس کی رضا جوئی کا سب سے بڑا نشان ہے۔ پھر کانوں تک ہاتھ لے جاتے ہیں، جو اس بات کا اعلان ہے کہ ہم دنیا و مافیہا سے کٹ کر اپنے آقا کے دربار میں حاضر ہورہے ہیں پھر دونوں ہاتھ باندھ کر، نظریں جھکا کر، اپنے ظاہر و باطن پر عاجزی طاری کرکے، مؤدب کھڑے ہوجاتے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد پیٹھ خم ہوجاتی ہے اور سر جھک جاتا ہے پھر ہاتھ، گھٹنے، ناک اور پیشانی سب زمیں بوس ہوجاتے ہیں۔ ادب اور عاجزی کی یہ برابر ترقی کرتی ہوئی کیفیات بتارہی ہیں کہ بندہ اپنی ہر ممکن ادا سے کسی بہت ہی عظیم، غیر محدود اور صاحب جمال وجلال ہستی کی بے پناہ خوبیوں کا اقرار کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے آتے ہی دست بستہ خاموش اور مؤدب کھڑا ہوگیا۔ مگر دل نے کہا یہ ناکافی ہے لہٰذا اس نے پیٹھ جھکادی۔ اندر سے پھر آواز آئی کہ ابھی حق ادا نہیں ہوا۔ تو غلام نے اپنی پیشانی خاک پر ڈال دی۔ مگر پھر بھی زبان حال سے یہی کہتا رہا کہ ابھی حق ادا نہیں ہوا۔ اس لیے کاش اظہار تعظیم ومحبت کے لیے ان تین شکلوں کے علاوہ بھی کوئی اور شکل میرے علم اور بس میں ہوتی تو میں اسے بھی اختیار کرتا۔ پڑھتے ہم یہ ہیں کہ ”اللہ اکبر“ اللہ سب سے بڑا ہے: ﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۷۹﴾﴾ (سورۃ الانعام) ”میں نے ہر طرف کٹ کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کرلیا جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے اور میں شرک سے یکسر بے تعلق ہوں۔“

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝﴾ (الفاتحہ) (شکر کا مستحق وہ اللہ تعالیٰ ہے جو ساری کائنات کا پرورگار ہے۔)

اور اس طرح بہت سی چیزیں ہیں جو نماز میں پڑھی جاتی ہے۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ((اِنَّ أَحَدَکُمْ إِذَا صَلَّی یُنَاجِی رَبَّهُ)) (صحیح بخاری)

”تم میں سے کوئی جب نماز پڑھتا ہے تو اپنے رب سے سرگوشی کررہا ہوتا ہے۔“

اور قرآن مجید کہتا ہے۔

﴿كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾﴾ (سورۃ العلق)

(اللہ تعالیٰ کو) سجدہ کر اور قریب ہوجا۔

نماز کی اہمیت

قرآن مجید کے اندر نماز کے حکم کو نہ صرف بار بار دہرایا گیا ہے بلکہ اس کے ذکر و بیان کے مواقع بھی مختلف نوعیت کے ہیں۔ اسلوب کے یہ مختلف رنگ محض اتفاقی نہیں بلکہ نماز کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لیے ہیں۔ آیئے نماز کے بارے میں چند منتخب آیات کا ذرا گہری نظر کے ساتھ مطالعہ کرتے ہیں۔ تا کہ واضح ہو جائے کہ نماز کا مقام دین کے پورے نظام میں کیا ہے؟

1۔ نماز دین کی عملی بنیاد ہے

سورۃ طٰہٰ میں ارشادِ گرامی ہے:

﴿فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ﴿۱۴﴾﴾

”میری عبادت کیا کرو اور میری یاد کے لیے نماز پڑھا کرو۔“

یعنی اگر اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے تو نماز پڑھنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی یاد ہی دین کا اصل جوہر ہے۔ لہٰذا اس کا مطلب ہوا کہ نماز دین کی اصل بنیاد ہے۔

2۔ نماز ایمان کا پہلا لازمی مظہر ہے اور اس کی صداقت کا سب سے بنیادی ضروری ثبوت ہے۔

قرآن مجید کے پہلے ہی صفحہ پر ہمیں یہ الفاظ ملتے ہیں:

﴿الٓمّٓ ۝۱ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳﴾ (سورۃ البقرۃ)

''الف-لام-میم، یہ وہی کتاب ہے اس میں کوئی شبہ نہیں۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہدایت (بن کر آئی) ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

اسی بات کی منفی پہلو سے بھی اچھی طرح پردہ کشائی کر دی گئی ہے:

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝۴۲ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝۴۳﴾ (سورۃ المدثر) ''(فرشتے اہل دوزخ سے پوچھیں گے) تمہیں دوزخ میں کیا چیز لے آئی، وہ جواب دیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے۔''

ظاہر ہے کہ کفار کا وہ بنیادی جرم جو انہیں دوزخ کا ایندھن بنوائے گا، وہ ان کا کفر ہوگا۔ مگر جواب وہ یہ دیں گے کہ: ''ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے'' اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان اور اقامت صلوٰۃ لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔

3۔ نماز کی محافظت ہی پر پوری شریعت کی محافظت منحصر ہے:

سورۃ المومنون کے آغاز میں فرمایا گیا:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲﴾ ''کام نکال لے گئے اہل ایمان۔ وہ جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں۔'' اور مومنوں کی کچھ خصوصیات بیان کرنے کے بعد دوبارہ فرمایا گیا: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹﴾ ''اور وہ جو اپنی نمازوں کی پوری محافظت کرتے ہیں۔''

یہ ترتیب آیات اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ نماز کی حیثیت ایک دائرے کی سی ہے جس کے اندر تمام احکام شریعت محفوظ ہیں۔ نماز شریعت کا نقطۂ آغاز بھی ہے اور نقطۂ اختتام بھی۔

4۔ نماز سے اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے:

﴿قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ﴾ (سورۃ الاعراف: 128) ''موسیٰؑ نے اپنی قوم (اہل ایمان) سے کہا کہ اب تم لوگ اللہ سے مدد چاہو اور صبر کرو۔''

﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ﴾ (البقرۃ: 45)

''اور مدد حاصل کرو صبر سے اور نماز سے۔''

غور کریں کہ دونوں آیات میں ایک بات کہی گئی ہے۔ اور مقصد بھی ایک ہی ہے۔ مگر پہلی آیت میں صبر کے ساتھ ''اللہ'' کا لفظ آیا ہے اور دوسری آیت میں صلوٰۃ کا۔ معلوم ہوا کہ نماز اور قرب الٰہی ایک ہی شے کے دو نام ہیں اور نماز ہی قرب الٰہی حاصل کرنے کا موثر ترین ذریعہ ہے۔

5۔ نماز ہی سے راہِ حق کی مشکلات کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے

درج بالا آیات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ دین کو قائم کرنے کی جدوجہد میں ان مصائب وآلام کا مقابلہ، جن سے مومنوں کا دوچار ہونا لازمی ہے، صرف صبر اور نماز ہی سے کیا جاسکتا ہے۔

بلکہ دین پر استقامت کا دارومدار بھی نماز ہی پر ہے۔ یعنی صبر کرنے کی طاقت بھی نماز ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

6۔ شہادتِ حق کی ادائیگی نماز پر ہی موقوف ہے۔

﴿لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ ښ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ﴾ (سورۃ الحج: 78) ''تاکہ پیغمبر تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو'' ''پس نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کے ساتھ چمٹ جاؤ۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دین حق کی وہ شہادت جس کے لیے امتِ مسلمہ برپا کی گئی ہے، اسی وقت انجام پاسکتی ہے جب کہ نماز اور زکوٰۃ کی ٹھیک ٹھیک ادائی ہوتی رہے۔ نماز کی اہمیت کے صرف چند پہلو آپ کے سامنے پیش کیے گئے ہیں ورنہ اگر آپ پورے قرآن مجید اور سارے ذخیرۂ احادیث کا نماز کی ضرورت، اہمیت، افادیت اور تاثیر کے حوالہ سے مطالعہ کریں تو تمام پہلوؤں کا اندازہ کرتے کرتے آپ کا ذہن تھک جائے گا۔

نماز کا معیارِ مطلوب:

نماز کو قائم کرنا اور شے ہے جب کہ نماز کا پڑھنا اور چیز۔ نماز کی اقامت کا قرآن وسنت کی رُو سے ایک خاص مفہوم ہے۔ کچھ ظاہری اور باطنی شرطیں ہیں جن کا پورا ہونا نماز کے ''قائم'' ہونے کے لیے ضروری ہے۔ جب تک یہ تمام شرائط پوری نہ ہوجائیں اور ان میں سے ہر ایک کی پابندی نہ کرلی جائے، یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ نماز کا ''قیام'' عمل میں آ گیا۔ ہاں اسے نماز کا پڑھ لیا جانا ضرور کہہ سکتے ہیں۔ ایک فرض تھا جو ہم نے سر سے اتار دیا لیکن اس ''بے قیام'' نماز سے وہ برکات، فوائد اور فضائل حاصل نہیں ہوسکتے جو ''نماز'' کا حاصل ہیں۔ ان میں سے چند شرائط درج ذیل ہیں۔

1۔ وقت کی پابندی:

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے:

﴿فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝۱۰۳﴾ ''تو پھر نماز کو قائم کرو (تمام آداب وشرائط کے ساتھ)۔ یقیناً نماز اہل ایمان پر فرض کی گئی ہے وقت کی پابندی کے ساتھ۔''

آیات کا نظم اور سیاق وسباق صاف بتا رہا ہے کہ وقت کی پابندی نماز کی اقامت کے لیے شرط لازم ہے:

2۔ جماعت کی پابندی:

حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''باجماعت نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلے میں ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔'' (صحیح بخاری)

نماز صرف ایک فریضہ ہی نہیں بلکہ ایمان کی نشانی اور اسلام کا شعار بھی ہے۔ اس کا قائم کرنا مسلمان ہونے کا ثبوت اور ترک کر دینا دین سے لاپروائی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے بے تعلقی کی علامت ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ نماز کی ادائیگی کا کوئی ایسا بندوبست ہو کہ ہر شخص اس فریضہ کو اعلانیہ سب کے سامنے ادا کرے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر رسول اللہ ﷺ نے نماز باجماعت کا نظام قائم فرمایا اور ہر مسلمان کے لیے، اگر اسے کوئی شرعی عذر لاحق نہ ہو، جماعت سے نماز ادا کرنا لازمی قرار دیا۔

سورۃ النساء آیت نمبر 102 میں ارشاد الٰہی ہے:

''اور (اے نبیؐ!) جب آپؐ ان کے درمیان موجود ہوں اور (حالت جنگ میں) انہیں نماز پڑھانے کھڑے ہوں تو ان میں سے ایک گروہ کو کھڑے ہونا چاہیے آپ ﷺ کے ساتھ اور وہ اپنا اسلحہ لیے ہوئے ہوں۔ پھر جب وہ سجدہ کر چکیں تو تمہارے پیچھے ہوجائیں اور آئے دوسرا گروہ جنہوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی اور وہ آپؐ کے ساتھ نماز پڑھیں اور ان کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی حفاظت کا سامان اور اپنا اسلحہ اپنے ساتھ رکھیں۔ یہ کافر لوگ تو اسی تاک میں رہتے ہیں کہ تم جیسے ہی اپنے اسلحہ اور ساز وسامان سے ذرا غافل ہو تو وہ تم پر ایک دم ٹوٹ پڑیں۔ اور تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف ہو بارش کی وجہ سے یا تم بیمار ہوجاؤ اور (ایسی صورتوں میں) تم اپنا اسلحہ اتار کر رکھ دو۔ البتہ اپنا بچاؤ ضرور کرلیا کرو۔ یقیناً اللہ نے کافروں کے لیے بہت ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

اس ارشادِ الٰہی سے معلوم ہوا کہ باجماعت نماز کا اہتمام کس قدر ضروری ہے؟ میدانِ جنگ میں بھی اگر یہ حکم ہے کہ مسلمان دو گروہوں میں بٹ کر باری باری اپنی آدھی نماز امام کے پیچھے ہی ادا کریں تو پھر جماعت کی اہمیت کے لیے اس سے بڑا اور کیا ثبوت چاہیے۔

3۔ ارکانِ نماز کی تعدیل اور بدن کے اعضاء کا سکون اور جھکاؤ

نماز کی حفاظت کا حکم دیتے ہوئے قرآن مجید کہتا ہے:

﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿٢٣٨﴾﴾ (البقرۃ) ''نگہداشت کرو اپنی نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے رہو اللہ تعالیٰ کے حضور ادب و نیاز کے ساتھ۔''

نماز دراصل اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے قلب، قول اور عمل سے ایک خاص طریقے پر انتہائی نیاز مندی اور عاجزی کا مظاہرہ ہے۔ قیام، تشہد میں بیٹھنا اور رکوع و سجود کی روح یہی ہے۔ اسی لیے قرآن و حدیث میں ان کو صحیح طریقے پر ادا کرنے کی بہت تاکید آئی ہے۔

حضرت طلق بن علی حنفی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس بندہ کی نماز کی طرف دیکھتا بھی نہیں جو رکوع اور سجدہ میں اپنی پشت کو سیدھا برابر نہیں کرتا۔ (مسند احمد)

4۔ خشوع:

ہر چیز کی ایک ظاہری صورت ہوتی ہے اور ایک باطنی حقیقت۔ نماز کی بھی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت۔ قرآن اور حدیث کی زبان میں اس ''حقیقت'' کا نام ''خشوع'' ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور باطن کا جھک جانا اور قلب کا بچھ جانا۔ سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات میں جہاں ایک بامراد اور مثالی مومن کی بڑی بڑی صفات بیان ہوئی ہیں۔ ان میں پہلی بنیادی صفت ہی خشوع والی نماز ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ① الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ②﴾ (سورۃ المومنون) ''مومن کامیاب ہو گئے جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔''

اسی بات کو اس طرح بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ جس نماز میں خشوع نہ ہو وہ ایک بامراد اور کامیاب مومن کی نماز نہیں ہو سکتی۔

5۔ (تدبر قرآن) نماز میں آیاتِ قرآنی کا مطلب سمجھتے ہوئے اور غور و فکر کرتے ہوئے تلاوت کرنا:

نماز میں سب سے اہم چیز قرآن کی تلاوت ہے۔ ساتھ ہی ہم یہ بھی معلوم کر چکے کہ نماز کی روح خشوع ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قراءتِ قرآن ہی وہ سب سے اہم اور بنیادی ذریعہ ہے جس سے دل میں خشوع کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ قرآن کو غور و فکر کے ساتھ پڑھنے کی یہی اہمیت تو تھی جس کی خاطر نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا تھا۔ ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ④﴾ (المزمل) ''اور (اس نماز میں) قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔''

اور جس کے پیشِ نظر آپ ﷺ ایک ایک آیت کو الگ الگ نمایاں کر کے پڑھتے تھے۔

اور اسی وجہ سے سب سے افضل نماز اسے قرار دیا گیا جو لمبے قیام یا دوسرے الفاظ میں لمبی قراءت والی ہو۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے

((اَفْضَلُ الصَّلَاةِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ)) (صحیح مسلم)

''سب سے بہتر نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام کیا جائے۔''

یہ ہیں وہ چند اہم شرائط جن کا پورا کیا جانا ''اقامت صلوٰۃ'' کو معیاری بنانے کے لیے ہر حال میں ضروری ہے۔

آیئے باجماعت نماز کے اجر کو بڑھانے کے لیے حضور اکرم ﷺ کے چند مزید ارشادات پر بھی ایک نظر ڈال لیتے ہیں۔

1۔ صفِ اول کی فضیلت:

''حضرت ابو امامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور اس کے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں پہلی صف کے لیے، بعض صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! دوسری کے لیے بھی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں پہلی صف کے لیے۔ پھر عرض کیا گیا، یا رسول اللہ ﷺ! اور دوسری صف کے لیے بھی؟ آپ ﷺ نے پھر پہلی بات دہرا دی۔ چوتھی مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا اور دوسری صف کے لیے بھی''

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور فرشتوں کی دعا رحمت کے خصوصی مستحق تو پہلی صف والے ہی ہوتے ہیں۔ دوسری صف والے اس سعادت میں بہت پیچھے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طالب کو چاہیے کہ وہ حتی الوسع پہلی ہی صف میں جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرے جس کا ذریعہ یہی ہو سکتا ہے کہ مسجد میں اول وقت پہنچا جائے اور مسجد میں آ کر پیچھے بیٹھنے کے بجائے پہلی صف ہی میں بیٹھا جائے۔ (مسند احمد)

2۔ تکبیرِ اولیٰ کی اہمیت:

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص چالیس دن تک ہر نماز جماعت کے ساتھ اس طرح پڑھے کہ اس کی تکبیرِ اولیٰ بھی فوت نہ ہو تو اس کے لیے دو براءتیں لکھ دی جاتی ہیں۔ ایک دوزخ کی آگ سے براءت اور دوسری نفاق سے براءت'' (جامع ترمذی)

مطلب یہ کہ چالیس دن تک ایسی پابندی اور اہتمام کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرنا کہ تکبیر اولیٰ بھی فوت نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا مقبول اور محبوب عمل ہے کہ اس کے لیے فیصلہ کر دیا جاتا ہے کہ اس کا دل نفاق سے پاک ہے اور ایسا جنتی ہے کہ دوزخ کی آنچ سے وہ کبھی آشنا نہ ہوگا۔

عملی سوال:

نماز کے متعلق تقریباً تمام ضروری باتیں ہمارے سامنے آ چکیں۔ ہم سمجھ چکے کہ نماز کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا معیارِ مطلوب کیا ہے؟ پھر ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ کوئی شخص نماز قائم کیے بغیر اپنا فرضِ بندگی پورا نہیں کر سکتا حتیٰ کہ دنیا کے سب سے اعلیٰ انسان نبی اکرم ﷺ اس سے مستثنیٰ نہیں تھے۔ اب اس واقفیت کے بعد ہمارے سامنے لازماً عمل کا سوال آتا ہے۔ اب یہ نظری واقفیت ہم سے مطالبہ کرتی ہے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ہماری نمازوں کا کیا حال ہے۔ کیا وہ صرف پڑھ لی جاتی ہیں یا واقعتاً قائم بھی کی جاتی ہیں ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ ان کے ظاہر میں کیا کیا کوتاہیاں ہیں اور باطن میں کون کون سی خامیاں؟

اور پھر جہاں جہاں جو جو کوتاہیاں اور جو جو خامیاں نظر آئیں۔ ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں۔ ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اطاعتِ حق اور اقامتِ دین کی جدوجہد کے جس کام کے لیے نبی اکرم ﷺ اور اصحابِ نبی ﷺ نے اپنی راتوں کی میٹھی نیند بھی قربان کر دی، وہ ہم صرف قانونی انداز کی نمازیں پڑھ کر قیامت تک سرانجام نہیں دے سکتے۔ اب ضرورت صرف اپنے عزم کی اور عملی جدوجہد کی ہے: ﴿لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿٣٩﴾﴾

نماز کا اصل مقصود وہی ہے جو علامہ اقبال نے یوں کہا ہے۔

یا رب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو روح کو گرما دے اور قلب کو تڑپا دے

نماز کا یہ پہلو آج ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے۔ کاش ہماری نماز بھی ایسی ہو جائے جو ہماری روح کو گرما دے اور ہمارے قلوب میں تڑپ پیدا کر دے۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں وہ دل وہ آرزو باقی نہیں
نماز و روزہ و حج سب باقی ہیں تو باقی نہیں

❀❀❀

صدر انجمن خدام القرآن ملتان کا دورہ تونسہ شریف

11 جون بروز اتوار ملتان سے ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی ایک نقیب اسرہ کی دعوت پر تونسہ شریف تشریف لے گئے۔ 8:30 بجے رضا گجر کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ ملتان سے معتمد حلقہ (راقم الحروف) اور ناظم قرآن اکیڈمی ملتان کامران فاروق خان بھی ان کے ہمراہ تھے۔ ناشتہ کے بعد جامع مسجد نور گلشن محمود تشریف لے گئے۔ جہاں رفقاء و احباب کی کثیر تعداد درس قرآن مجید کو سننے کے لیے منتظر تھے۔

10:00 بجے سعد نور کاشف کی تلاوت قرآن مجید سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ محترم ڈاکٹر طاہر خاکوانی نے ''نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' کے موضوع پر پُر مغز خطاب کیا۔ جسے سامعین نے ہمہ تن گوش ہو کر سنا۔ محترم ڈاکٹر طاہر خاکوانی نے سوا گھنٹہ سامعین کے دلوں کو محبت رسول اللہ ﷺ سے گرمایا۔ اہل علاقہ، وکلاء، صحافی، سیاسی لوگ اور جماعت اسلامی کی قیادت، رفقاء و احباب کی کثیر تعداد نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ اس کامیاب پروگرام کے انعقاد میں تونسہ شریف کے رفقاء نے بہت محنت کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان رفقاء کی کاوشوں کو قبولیت سے نوازے اور ان کی اولادوں کو دین حق کا مرد مجاہد بنائے۔ آمین ثم آمین! نماز ظہر رضا محمد گجر صاحب کے گھر پر ادا کی۔ 2:00 بجے ملتان کے لیے عازم سفر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس حقیری کوشش کو قبول فرمائے اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔ امین یارب العالمین!

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے

نور توحید کا تمام ابھی باقی ہے

(مرتب کردہ: شوکت حسین انصاری، معتمد حلقہ پنجاب جنوبی)

امیر حلقہ پنجاب جنوبی کا دورہ ضلع مظفر گڑھ

امیر حلقہ پنجاب جنوبی محترم مرزا قمر رئیس بیگ نے حلقہ کے منفرد رفقاء سے رابطہ قائم کرنے کے لیے محترم خواجہ اشتیاق احمد صدیقی کو ذمہ داری سونپی۔ چار ماہ کی ان تھک کوششوں سے موصوف نے حلقہ کے سب سے بڑے ضلع مظفر گڑھ کے منفرد رفقاء سے ملاقات کا اہتمام کیا۔ موصوف ہر ماہ 34 منفرد رفقاء اور 15 زیر دعوت احباب و رفقاء سے رابطے میں رہتے ہیں۔ ضلع مظفر گڑھ میں سینئر رفیق محترم جام عابد حسین تقریباً عرصہ 10 سال سے اپنے آبائی ضلع میں قرآن مجید کی انقلابی دعوت کا درس دے رہے ہیں۔ الحمدللہ اب ان کی محنت و کوشش رنگ لے آئی ہے۔ اس سال ماہ فروری میں ملتان میں ہونے والے مبتدی کورس میں بھی ضلع مظفر گڑھ کے منفرد رفقاء نے شرکت کی۔ 14 جون بروز بدھ امیر حلقہ، خواجہ اشتیاق احمد صدیقی اور راقم الحروف رفقاء سے ملاقات کی غرض سے صبح 6:30 بجے ملتان سے روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے خواجہ وسیم احمد جو چند روز قبل حلقہ کراچی وسطی سے ہمارے حلقہ میں شفٹ ہوئے، ان کے گھر خان گڑھ میں ملاقات ہوئی۔ موصوف محترم جام عابد حسین کے درس قرآن میں شرکت کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے علاقے کے زیر دعوت احباب کے لیے فہم دین پروگرام کا مطالبہ بھی امیر حلقہ کے سامنے رکھا۔ ان شاء اللہ عید الاضحیٰ کے بعد ان کے ہاں ایک فہم دین پروگرام کا انتظام کیا جائے گا۔ وہاں سے اڈہ پرمٹ کے لیے رخصت ہوئے۔

اڈہ پرمٹ میں رفیق تنظیم محترم عبد الراق شاہد سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات ہوئی۔ موصوف نے مبتدی کورس بھی کر لیا ہے۔ اور تنظیم میں شمولیت سے قبل دو مرتبہ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا بیان القرآن مطالعہ کر چکے تھے۔ موصوف باقاعدگی سے ماہانہ انفاق بھی کرتے ہیں۔ وہاں سے جتوئی شہر کے لیے روانہ ہوئے۔

جتوئی شہر میں محترم خاور اقبال سے ملاقات کی۔ موصوف شہر جتوئی کی مشہور سیاسی فیملی سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے بھی انٹرنیٹ پر بانی محترم کا مکمل دورہ قرآن اور بہت سے خطابات سن رکھے ہیں۔ امیر حلقہ نے ان سے بھی تنظیمی حوالے سے بات چیت کی اور جماعتی زندگی کی اہمیت و تقاضوں کو سامنے رکھا۔ موصوف ملتان کے ایک بزرگ پیر جناب زوار الحسن کے بیعت شدہ بھی ہیں۔ امیر حلقہ نے ان پر بیعت ارشاد و بیعت جہاد کا فرق واضح کیا۔ وہاں سے ہم علی پور کے لیے روانہ ہوئے۔ علی پور میں ہمارے دیرینہ ساتھی اشتیاق احمد عابدی رہتے ہیں۔ موصوف بڑے جذبے والے ساتھی ہیں۔ تین سال سے سالانہ اجتماع بہاولپور میں ناظم پانی کی ذمہ داری بھی ادا کرتے آئے ہیں۔ مبتدی کورس کر لیا ہے۔ جام عابد حسین صاحب سے بہت زیادہ متاثر ہیں۔ ان کے کئی دروس بھی علی پور میں کروا چکے ہیں۔ ان کی اہلیہ بھی عالمہ ہیں۔ ایک مدرسہ میں فی سبیل اللہ پڑھا رہی ہیں۔ بلکہ مدرسہ کے ساتھ مالی تعاون بھی کرتی ہیں۔ موصوف سے تنظیمی حوالے سے گفتگو ہوئی اور ملتزم بننے کی طرف توجہ دلائی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سب رفقاء کی کاوشوں کو اور جذبہ انفاق کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین! الحمدللہ یہ دورہ بہت ہی کامیاب رہا۔ اس دورے سے معلوم ہوا کہ محترم جام عابد حسین نے اس علاقہ میں بہت زیادہ دعوتی محنت کی ہے۔ نماز عصر کے بعد ملتان کے لیے روانگی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان کاوشوں کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین یارب العالمین!

(مرتب کردہ: شوکت حسین انصاری، معتمد حلقہ پنجاب جنوبی)

دعائے مغفرت

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

☆ حلقہ ملاکنڈ، مقامی تنظیم دیر کے بزرگ ملتزم رفیق محمد خان وفات پا گئے۔

☆ حلقہ گوجرانوالہ، گجرات کے رفیق اویس علی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0312-7826261

☆ حلقہ ساہیوال ڈویژن کے ناظم بیت المال محترم عابد حسین کے والد وفات پا گئے۔

☆ حلقہ پنجاب پوٹھوہار، میرپور کے نقیب اُسرہ اعظم حسین شاہ کی اہلیہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0343-1189766

☆ حلقہ کراچی شمالی، ناظم انتظامی امور قرآن اکیڈمی یاسین آباد محترم سعید عبد القیوم کی اہلیہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0346-2331607

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ

فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

Ref: An excerpt from the English translation of the Book قرآن اور امن عالم by Dr Israr Ahmad *(RAA)*; "The Qur'an and World Peace" [Translated by Dr. Absar Ahmad]

پریس ریلیز 23 جون 2023ء

مسلمان طلبہ کو ہولی کھیلنے پر مجبور کرنا اسلام اور پاکستان سے غداری ہے

اعجاز لطیف

مسلمان طلبہ کو ہولی کھیلنے پر مجبور کرنا اسلام اور پاکستان سے غداری ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے قائم مقام امیر اعجاز لطیف نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ ایک نہایت منظم اور سوچے سمجھے منصوبے کے تحت گزشتہ کچھ عرصہ کے دوران ملک بھر کی جامعات میں تسلسل کے ساتھ ایسی سرگرمیوں کا انعقاد کیا جا رہا ہے جن میں غیر مسلموں کے شعائر کو مسلمان طلبہ پر مسلط کیا جاتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اگرچہ ہم اقلیتوں کی مکمل مذہبی آزادی کے حق میں ہیں لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مسلمانوں کو غیر اسلامی سرگرمیوں میں زبردستی شامل کیا جائے۔ چند روز قبل قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں ہندوؤں کے تہوار ''ہولی'' کا انعقاد جس میں سرعام رقص وسرود اور انتہائی قابل اعتراض افعال کا کھلم کھلا ارتکاب کیا گیا، درحقیقت اسلام سے کھلی بغاوت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسی سرگرمیاں نہ صرف نوجوانوں کے اسلامی تشخص، نظریات اور افکار کے لیے انتہائی مہلک ہیں بلکہ قرآن وسنت جو ملک کا سپریم لاء ہے اور آئین پاکستان کی روح ہے اُس سے متصادم ہیں۔ پھر یہ کہ ملکی قوانین اور نظریۂ پاکستان کی بھی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہائیر ایجوکیشن کمیشن کی جانب سے جاری کردہ نوٹیفکیشن جس میں ملک بھر کی جامعات کو ایسی سرگرمیوں کے انعقاد سے گریز کرنے کا کہا گیا اُس پر سپیکر قومی اسمبلی اور وفاقی وزیر برائے ماحولیات کا ردِعمل خلاف اسلام ہے جو انتہائی شرمناک بات ہے۔ مملکتِ خداداد پاکستان کے ایوانِ زیریں کے محافظ کو درحقیقت ملک کی نظریاتی اور آئینی اساس کا بھی محافظ ہونا چاہیے تھا۔ اُنہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس شرمناک واقعہ کی مکمل اور شفاف تحقیقات کروائی جائیں اور ایسی بیہودہ سرگرمیوں کے پشت پناہوں کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے۔ حکومت اور ہائیر ایجوکیشن کمیشن اس بات کو یقینی بنائیں کہ پاکستان کی جامعات کو غیر مسلموں کے مذہبی شعائر اور رسومات کے پرچار کا ذریعہ نہیں بنایا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ آئین کے آرٹیکل 31 کے تحت یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ مسلمانانِ پاکستان کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے لیے تمام سہولتیں بہم پہنچائے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

رفقاء متوجہ ہوں ان شاءاللہ

''حنیف اللہ خان ہاؤس محلہ خان آباد قصبہ **بیبیوڑ** ضلع دیر بالا''
(حلقہ مالاکنڈ) میں
16 تا 22 جولائی 2023ء (بروز اتوار نمازِ عصر تا بروز ہفتہ نمازِ ظہر)

مبتدی وملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔
گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-
☆ اسلام کا انقلابی منشور ☆ جہاد فی سبیل اللہ
زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

اور

21 تا 23 جولائی 2023ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

امراء، نقباء ومعاونین تربیتی ومشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔
☆ اسلام کا انقلابی منشور (معاشی سطح پر)
☆ نجات کی راہ، سورۃ العصر کی روشنی میں
زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0307-8535574

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

والدین متوجہ ہوں!

کچھ والدین صبح کے وقت نیند میں خلل کے باعث اپنی اولاد پر رحم کھا کر انہیں نماز فجر کے لیے بیدار نہیں کرتے، انہیں چاہیے کہ جہنم کی آگ سے بچانے میں دنیا کی تکالیف کو برداشت کریں۔ اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو بجا لائیں۔ والدین اپنی اولاد کو نماز کے لیے بیدار کرنے، نماز پڑھنے پر ان کی حوصلہ افزائی کرنے اور نماز کو ان کے لیے محبوب شے بنانے میں اپنا رول ادا کریں۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن آپ اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہو سکیں۔ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی یاد رکھیے: ''جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری (امان) میں ہے۔'' (رواہ مسلم)

غور کیجیے! اگر آپ کا بچہ نماز فجر ادا کرتا ہے تو گویا وہ پورا دن اللہ کی حفاظت میں ہے۔ ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں: ''جس کے ماتحت بچے، غلام یا یتیم ہوں اور وہ انہیں نماز کا حکم نہ دیں، تو ان کے نماز نہ پڑھنے کی سزا، بڑوں کو دی جائے گی، اور بڑوں کی تعزیر کی جائے گی، اس لیے کہ گھر کے بڑوں نے انہیں نماز کا حکم نہ دے کر اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہیں۔''

The Qur'an and Race Relations

Obviously, Qur'anic teachings can give lead to the rest of the world on the question of race relations. Islam has the best record of racial tolerance. Its mosque and pilgrimage gatherings have known no racial discrimination. The message of Islam has completely rejected racial prejudice or superiority of one race over the other. Even the western non-Muslim scholars admit this, the historian Arnold Toynbee among them. He writes:

> "The extinction of race consciousness as between Muslims is one of the outstanding moral achievements of Islam, and in the contemporary world there is, as it happens, a crying need for the propagation of this Islamic virtue. The forces of racial toleration, which at present seem to be fighting a losing battle in a spiritual struggle of immense importance to mankind, might still regain the upper hand if any strong influence militating against racial consciousness were now to be thrown into the scales. It is conceivable that the spirit of Islam might be the timely reinforcement which would decide this issue in favor of tolerance and peace."
>
> *(A. J. Toynbee, Civilization an Trial, Oxford university Press, 1948, pp. 205-6)*

The disregard of color and race in the Muslim world is expressed by Malcolm X in a moving account of his experiences in Makkah. He wrote:

> "For the past week, I have been utterly speechless and spellbound by the graciousness I see displayed at around me by people of all colors.... You may be shocked by these words coming from me. But on this pilgrimage, what I have seen and experienced, has forced me to rearrange much of my thought patterns previously held, and to toss aside some of my previous conclusions.... Perhaps if White Americans could accept in reality the Oneness of mankind - and cease to measure and hinder and harm others in terms of their "differences" in color, ... Each hour here in the Holy Land enables me to have greater spiritual insight into what is happening in American between black and white."
>
> *(The Autobiography of Malcolm X by Malcom X)*

It is most unfortunate that, to the total neglect of such magnificent teachings of universal brotherhood, Muslims themselves are taking to various secular slogans for uniting cross-sections of the world population on the basis of racial and national loyalties. It is height of insanity that people who produced the finest examples of human equality and brotherhood in their past on the basis of their faith alone are now adopting racial and ethnic nationalism as a panacea for their social and political ills. To give an historical example, Omar Ibn Al-Khattab *(RAA)* who belonged to the respectable Arab tribe of Quraish and was the head of the then largest Muslim State of his time, used to address Bilal *(RAA)* — a black Muslim and a former slave of humble means — as *Sayyidina* (our master).

The upshot of my discussion is that the truth which is essential for the happiness and peace (of both individual as well as social at the widest level) is all there and complete in the Qur'an and the Sunnah (i.e., the tradition and practice of the Prophet *SAAW)*. Whoever amongst Muslims studies the Holy Qur'an and the life of Prophet of Islam *(SAAW)* in earnest must face the question: "Are you ready to follow the heights that Allah *(SWT)* shows you and be a witness to this unto the world?" I believe that the need of the hour is to explain and spread the teachings and wisdom of the Holy Qur'an, first among the Muslims themselves and then among the entire humankind. This can be achieved only through sincere and tireless efforts of those young men who decide to dedicate their lives for learning and teaching the Book of Allah *(SWT)*.

Vol: 32 | Regd. No. C.P.L NO.114 | No.25

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore